انقلاب اسلامی ایران اور نظریہ انکار ختم نبوت، ایک تجزیاتی مطالعہ

سید نسیم عباس کاظمی (پاکستان)[۱]

اشاریہ:

ختم نبوت کا مسئلہ، قرآن و سنت کے مسلمات میں سے ہے۔ رسول خدا ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں امت کو امامت جیسا نظام دیا اور اہل بیت علیہم السلام نے غیبت کے زمانے کے لئے ولایت فقیہ کے نظام کو متعارف کروایا، جو امام خمینی کی محنتوں سے انقلاب اسلامی ایران کی صورت میں تحقق پذیر ہوا اور جس نے امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی لیکن قادیانیوں نے اس عقیدے کی آڑ میں نیا نظام نبوت اور خلافت متعارف کروا کر ہمیشہ امت مسلمہ اور انقلاب اسلامی کی راہ میں مشکلات کھڑی کی ہیں اور یہ لوگ امت مسلمہ کو توڑنے کے ساتھ ساتھ، جوان نسل کو گمراہ کرنے اور قرآن و اہل بیت کے دیئے ہوئے نظام کے مقابلہ میں اپنا الگ نظام قائم کرنے کی بھی مسلسل کوشش کرتے رہے ہیں حالانکہ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ اور سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۴ کی طرح وہ آیات جن میں "یُؤمِنُونَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ" کے الفاظ موجود ہیں، یہ آیات ختم نبوت کا تصور پیش کرتی ہیں۔

قرآن کا شریعت اسلام کے لئے بنیادی منبع ہونے کے ساتھ ساتھ، قیامت تک تحریف سے محفوظ رہنا، بھی ختم نبوت کے بہترین دلائل میں سے ہے۔ ختم نبوت کا انکار کرنے والے بعض لوگ، آیات کی غلط توجیہ اور تاویل کے ذریعے، قرآن سے اس مسئلے کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن تحلیلی اور کلامی روش کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے دلائل ناکافی اور ان کی تفسیر، تفسیر بالرای ہے اور علمی دلائل سے عاری اور من پسند تفسیریں ہیں۔ اس مقالہ کا بنیادی سوال «انقلاب اسلامی ایران اور نظریہ انکار ختم نبوت ایک تجزیاتی مطالعہ» ہے۔

بنیادی الفاظ: ختم نبوت، انقلاب اسلامی ایران، قادیانی، آیات و روایات، تاویلات

---

۱. (پی ایچ ڈی اسٹوڈنٹ)، nasimkazmi۲۱۴@gmail.com

مقدمہ

اسلام اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ ایک منظّم اور متحد جماعت کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے اور اختلاف کو پسند نہیں کرتا، اسی لئے نماز، روزہ، حج، خمس و زکات جیسے دسیوں دینی احکام سے مسلمانوں کے اتحاد اور منظّم سسٹم کے پیروکار ہونے کی جھلک نظر آتی ہے۔ ہر دور میں نبی کی بعثت اسی مقصد کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر ہوا کرتی تھی کہ امت ایک ہی رہبر اور لیڈر کی پیروی کرے لہٰذا ہر نبی کا کام ایک امت کی تشکیل تھا جو مل کر الہی اہداف کی طرف گامزن ہو۔انبیاء کا سلسلہ جب رسول خدا ﷺ تک پہنچا تو تقدیر الہی میں یہ طے پایا کہ پوری دنیا میں موجود انسان، ایک نبی کی سربراہی میں متحد ہو کر الہی اقدار کی پاسداری کریں لہٰذا اختلاف سے منع کرتے ہوئے قرآن نے حکم دیا: "اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں نزاع نہ کرو ورنہ ناکام رہو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔۔۔" (انفال، آیہ ۴۶) اور حدیثی کتب میں بھی تفرقے کی مذمت اور اجتماع اور اتحاد کی تعریف میں احادیث موجود ہیں۔ (رجوع کریں، نسائی، احمد بن علی، سنن النسائی، ج۲، ص ۲۹۲) رسول خدا ﷺ کی رحلت کے بعد بھی اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ ایسا نظام موجود ہو جس کی نگرانی میں امت مسلمہ ایک پلیٹ فارم پر جمع رہے، اس ضرورت کے مد نظر رسول اللہ، نے نظام امامت متعارف کروایا کہ جس کی پیروی سے ہی انسان، دنیا اور آخرت کی سعادت کو حاصل کر سکتا تھا، پھر معصومین نے اپنی غیبت کے زمانے کو سامنے رکھتے ہوئے، عادل فقہاء کی پیروی کو لازم قرار دیا، اس بارے میں معصوم فرماتے ہیں: "۔۔۔فقہاء میں سے جو اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہو، اپنے دین کا محافظ ہو، ہو، اپنے نفس کا مخالف ہو اور اپنے مولا کے امر کی اطاعت کرنے والا ہو، تو عوام کو چاہیے کہ اس کی پیروی کریں۔۔۔" (محمد بن حسن، حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج۲۷، ص۱۳۱)

اسلام کے دشمنوں کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کی طاقت کا راز اور ان کی بقاء، ان کی وحدت میں مضمر ہے لہٰذا ہر دور میں، خصوصاً آخری صدی میں دشمن نے ہر ممکن کوشش کی کہ مسلمانوں کے اتحاد کو نشانہ بنایا جائے لہٰذا مسلمانوں کو داخلی طور پر کمزور کرنے کے لئے مختلف فرقے ایجاد کئے گئے جنھوں نے ختم نبوت، نظام امامت اور مسلمانوں کی سیاسی بصیرت کو نشانہ بنایا، ان میں سے دو فرقے "قادیانیت" اور "بہائیت" سر فہرست ہیں کہ جنھوں نے ختم نبوت کے مسئلے میں شکوک و شبہات ایجاد کرنے اور دین اور سیاست کی جدائی کا نعرہ لگا کر مسلمانوں کی سیاسی بصیرت کو نشانہ بنایا، ان کے مدمقابل وہ نظام جو مسلمانوں کو متحد و قوی اور

عزت مند دیکھنا چاہتا ہے، انقلاب اسلامی ایران کا نظام ہے، اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ دو فرقے اور نظام ولایت فقیہ، ایک دوسرے کے مد مقابل ہیں لہٰذا اس تحقیق میں ان فرقوں کے انقلاب اسلامی ایران سے متضاد نظریات اور ختم نبوت کے انکار پر دلائل کا جائزہ لیا جائیگا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کا جواب دیا جائیگا۔

انقلاب اسلامی ایران:

اس بحث میں "انقلاب" سے مراد، وہ تبدیلی ہے جس میں ایک ملک کا سسٹم چلانے والوں سے وہ نظام، زبردستی ایک دوسرا گروہ لے لے، جس کے ہاتھ میں پہلے ملک کی باگ ڈور نہ ہو "دنیا کے مختلف ممالک، آمریکہ، فرانس اور ایران میں، مختلف اہداف کو پورا کرنے کے لئے انقلاب آتے رہے ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد یا تو وہ اپنے اہداف کو بھلا دیتے ہیں، یا ہدف و مقصد بلند نہ ہونے کی وجہ سے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اپنی موت خود مر جاتے ہیں۔ ہر نقلاب اتنا ہی دیرپا اور زندہ و جاوید رہتا ہے جتنے اس کے مقاصد، بلند ہوتے ہیں تو چونکہ انقلاب اسلامی ایران کا مقصد خدا اور دین خدا تھا لہٰذا یہی اس کی بقاء کا راز ہے۔ چونکہ ہر چیز فناء ہونے والی ہے سوائے ذات خدا کے "کل من علیھا فان" اور جو غیر خدا ہے اسے ختم ہونا ہے، امام خمینی (رہ) اس حقیقت کو سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے انقلاب کے اہداف کو کبھی غیر خدا کے ساتھ نہیں جوڑا اور نہ ہی انقلاب کا ہدف کسی دنیوی مقصد کو قرار دیا، بلکہ ہمیشہ یہی نعرہ لگایا کہ ہمارا انقلاب، خدا کے لئے ہے، دین خدا کی نصرت کے لئے ہے، استکباری طاقتوں اور دین خدا کے دشمنوں سے مقابلے کے لئے ہے، مظلوموں کو طاغوت کے چنگل سے نجات دلانے کے لئے ہے۔ لہٰذا انقلاب کے اہداف کو بیان کرتے ہوئے امام خمینی (رہ) فرماتے ہیں "ہماری اصلی کامیابی یہ ہے کہ اسلام اپنی تمام تر وسعتوں اور اپنے تمام تر احکام کے ساتھ ایران میں حاکم ہو اور اس سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اسلام پوری دنیا پر حاکم ہو" (روح اللہ، خمینی، صحیفہ امام، ج۷، ص ۲۹۳)

جیسا کہ کہا گیا اس انقلاب کا ہدف خدا اور دین خدا تھا، اسی ہدف کو مد نظر رکھتے ہوئے امام خمینی (رہ) نے کبھی کسی خاص مسلک کا نعرہ نہیں لگایا، کسی قوم و جماعت کا نعرہ نہیں لگایا تاکہ پوری امت مسلمہ اس انقلاب کو اپنا سرمایہ سمجھے اور مسلمان مختلف فرقوں اور گروہوں کی زنجیروں کو توڑتے ہوئے بعنوان مسلمان اپنا کردار اداء کریں۔

توچونکہ ہر دور میں، ہر تبدیلی اور انقلاب کے کچھ لوگ اور کچھ طاقتیں مخالف ہوا کرتی ہیں، جن کا ہدف اس انقلاب اور بیداری کو ختم کرنا ہوتا ہے تو انقلاب ایرانی اسلام بھی اس قاعدے سے مستثناء نہیں، اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے ہر دور میں اس الٰہی تحریک کو ختم کرنے کی کوشش کی، خصوصا ایسے فرقوں اور ایسی تنظیموں کی ہر ممکنہ مدد کی جو انقلاب اسلامی ایران کے فکری مخالف تھے، ان میں سے دو فرقوں کے نام سر فہرست ہیں، پہلا فرقہ بہائیت ہے اور دوسرا قادیانیت۔ چونکہ یہ فرقے دین کو سیاست سے جدا سمجھتے ہیں اور یہ سوچ انقلاب اسلامی ایران کے ۱۸۰ درجے مخالف ہے، اسی وجہ سے، دشمن ان فرقوں کو ہمیشہ سپورٹ کرتا آیا ہے اور ان کے مراکز بھی ہمیشہ ان طاقتوں کے زیر سایہ، انہی ممالک میں اپنی فعالیت کرتے آئے ہیں۔ (بہائیت کا استعماری طاقتوں سے رابطہ اور ان ممالک کی بہائیوں سے حمایت کے متعلق جاننے کے لئے رجوع کریں، سید محمد باقر، نجفی، بہائیان، ص۵۹۰ تا ۷۱۷، فصل حمایت سیاست ہای خارجی)

قادیانیت:

ان فرقوں میں سے جنہوں نے ہمیشہ فکر اور روح انقلاب کے خلاف کام کیا ہے ایک فرقہ قادیانیت ہے۔ اس فرقہ کا بانی غلام احمد قادیانی ہے جو ۱۸۳۵ء میلادی میں ہندوستان کے علاقے قادیان میں پیدا ہوا (محمود احمد، بشیر الدین، سیرت المسیح الموعود، ص۱) اور اس نے ۱۸۸۹ میلادی میں اس فرقے کی بنیاد رکھی۔ (خورشید احمد، جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ، ص۱۵) غلام احمد قادیانی کے بقول اس کا تعلق مغلیہ خاندان سے ہے اور اس کے آباء واجداد نے سمرقند سے ہندوستان ہجرت کی اور قادیان کے علاقے میں آباد ہوئے ہیں۔ (غلام احمد، قادیانی، روحانی خزائن، ج۱۳ حاشیہ ۱۳۴، ص۱۶۲) البتہ مغلیہ خاندان سے ہونے کے ساتھ ساتھ قادیانی کا یہ دعوی بھی ہے کہ اسے الہام کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ اس کے آباء واجداد بنی فارس ہیں اور ان کے بعض ننیال بنی فاطمہ میں سے تھے۔ (مصطفیٰ، ثابت، السیرہ المطہرہ، ص۳۹) غلام احمد قادیانی نے قرآن، فارسی زبان، نحو، صرف، منطق اور طبابت کی تعلیم، اپنے اساتذہ فضل الٰہی اور گل علی شاہ سے سیکھی۔ (غلام احمد، قادیانی، کتاب البریہ، ص۱۴۹)

قادیانی ۱۸۶۰ سے ۱۸۶۵ تم حکومت انگلینڈ کی ملازمت کیا کرتا تھا ۔ (محمد جواد، مشکور، محمد جواد، حسینی، زری، فرہنگ فرق اسلامی، ص۳۸) کچھ عرصہ بعد ملازمت کو چھوڑ کر کھیتی باڑی میں مصروف رہا اور ان کے بقول قادیانی اکثر مطالعہ قرآن اور عبادت میں مصروف رہتا تھا اور عیسائیوں کے ساتھ اسلام کی حقانیت کو

ثابت کرنے کے لئے مناظرے کیا کرتا تھا۔ (خورشید احمد، جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ، ص۱۸)

نبوت کا دعوی:

غلام احمد قادیانی نے ابتداء ہی سے نبی ہونے کا دعوی نہیں کیا بلکہ بعض کے مطابق قادیانی نے اس ہدف تک پہنچنے کے لئے ۱۳ مراحل کو طے کیا ہے۔ (طاہر، القادری، عقیدہ ختم نبوت، ص۵۸۸) اختصار کی خاطر چند بڑے دعووں کو بیان کیا جاتا ہے۔سب سے پہلے ۱۸۷۵ میں یہ دعوی کیا کہ اس نے حالت مکاشفہ میں بعض اولیاء خدا سے ملاقات کی ہے اس بارے میں لکھتا ہے: " مجھے روزے کی حالت میں مکاشفہ ہوا جس میں گذشتہ انبیاء و اولیاء سے میری ملاقات ہوئی اور ایک دن بیداری کی حالت میں میری رسول خدا، حضرت زہرا اور حسنین سے میری ملاقات ہوئی"۔ (مصطفیٰ، ثابت، السیرہ المطہرہ، ص۶۳ و ۶۴) اس کے بعد ۱۸۸۵ میں کہا خدا نے مجھے مجدد اور مامور قرار دیا ہے۔ (خورشید احمد، جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ، ص۲۵) ۱۸۹۱ میں ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے یہ دعوی کیا کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں لہٰذا جس عیسی اور مہدی کی لوگ انتظار میں ہیں، وہ میں ہی ہوں۔ (غلام احمد، قادیانی، ملفوظات، ج۲، ص۲۸۵) آخر کار ۱۹۰۱ میں کہا میں نبی و رسول ہوں۔ (غلام احمد، قادیانی، روحانی خزائن، ج۱۸، ص۲۱۶) البتہ قادیانی اپنے آپ کو نبی ظلی اور بروزی کا نام دیتا ہے یعنی وہ محمد کا عکس اور ان کے کمالات کا آئینہ ہے اور ان کے تمام کمالات مجھ میں ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ وہ اصل ہیں اور میں فرع ہوں۔ (غلام احمد، قادیانی، ایک غلطی کا ازالہ، ص۶)

بہائیت:

میرزا حسین علی نوری، جو بہاء اللہ کے لقب سے معروف ہے ۱۲۳۳ (ہ۔ق۔) تہران میں پیدا ہوا۔ باب (فرقہ بابیہ کا بانی جس نے امام زمانہ کی نیابت کا دعوی کیا تھا، پھر امام زمانہ ہونے کا دعوی کیا، پھر نئے دین کا دعوی کیا) کی طرف سے پیغام ملنے پر اس نے اسلام کو چھوڑ دیا اور باب کے آئین کی پیروی کرنے لگ گیا پھر باب کے پھانسی پر لٹکنے کے بعد اس نے دعوی کیا کہ مجھے وحی ہوئی ہے اور ایران سے عراق اور وہاں سے ترکی ملک بدر ہوا اور وہیں پر اس نے نبوت کا دعوی کیا اور اس کے پیروکار بہائی کے نام سے معروف ہوئے۔ البتہ کہا گیا ہے کہ اس سے ایسے جملے بھی سنے گئے جن سے الوہیت کی بو آتی تھی۔ بہائی بھی اصرار کرتے ہیں بہاء اللہ کو ان پڑھ بتائیں تاکہ رسول خدا کی طرح اس کا امی ہونا ثابت کریں۔ (حسین، رہنمائی، درس نامہ شناخت بہائیت، ص۵۵)

بہاء اللہ نے اپنی زندگی میں مختلف کتابیں بھی لکھیں جو اس فرقے میں وحی کا مرتبہ رکھتی ہیں ان میں سے مشہور ترین، مفاوضات، تذکرہ الوفاء، مکاتیب، رسالہ مدنیہ اور رسالہ سیاسیہ ہیں۔ آخر کار ۱۳۴۰ (ہ۔ق) میں بہاء نے فلسطین کے شہر عکا میں وفات پائی اور بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے اس فرقے کی قیادت کے لئے "ولایت امر اللہ" کا سلسلہ قائم کیا جس میں اس نے اپنے ۲۴ وصی مقرر کئے جو ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں اور اپنا جانشین مقرر کرتے ہیں۔ (حسین، رہنمائی، درس نامہ شناخت بہائیت، ص ۵۵)

عباس افندی، بہاء اللہ کا سب سے پہلا جانشین ہوا اور کہا جاتا ہے اس نے آمریکا میں حضرت عیسی ہونے کا دعوی کیا تھا۔ (سید محمد باقر، نجفی، بہائیان، ص ۴۷۹)

نبوت کا دعوی:

کہا گیا ہے کہ بہائی اپنے بانی کو نبی کے نام سے پکارنے سے گریز کرتے ہیں اور خود بہاء اللہ بھی اپنے پیروکاروں کو منع کیا کرتا تھا لہٰذا بہائی، نبی کی جگہ اور ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو نبی کے مترادف یا نبی کے اختیارات کو پہنچاتے ہیں، ان میں سے ایک اصطلاح، " مظہر امر " کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اور " مظہر امر " پر ایمان لانا عبادات کے مقبول ہونے کی علامت قرار پاتا ہے۔ (حسین، رہنمائی، درس نامہ شناخت بہائیت، ص ۱۶۲)

نظریہ انکار ختم نبوت:

جیسا کہ ان دو فرقوں کے اجمالی تعارف میں بیان ہوا، یہ دو فرقے ایسے موجود ہیں جو ختم نبوت کے انکار کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنے بانیوں کو" نبی" کے اختیارات دیتے ہیں، ان میں سے ایک فرقہ قادیانیت ہے اور دوسرا فرقہ بہائیت ہے۔ ختم نبوت کے مسئلے نے ان دونوں فرقوں کو مسلمانوں کے مد مقابل کھڑا کیا ہے۔ یہ دونوں فرقے انکار ختم نبوت کے عقیدے میں مشترک ہیں۔ البتہ بعض محققین نے کہا ہے، ان دونوں میں ایک فرق ہے، قادیانی کہتے ہیں رسول خدا ﷺ کی رحلت کے ساتھ نبوت تشریعی کا خاتمہ ہوا اور نبوت تبلیغی ابھی جاری ہے لیکن بہائی کہتے ہیں، رسول خدا ﷺ کی رحلت کے ساتھ نبوت تبلیغی کا خاتمہ ہوا اور نبوت تشریعی ابھی جاری ہے، لیکن در حقیقت دونوں فرقے قینچی کے دو دھاروں کی مانند ہیں جو اسلام کو کاٹنے کی کوشش میں لگے ہیں۔ (حسین، رہنمائی، درس نامہ شناخت بہائیت، ص ۲۴۹)

اسی طرح ان میں کچھ اور اشتراکات بھی پائے جاتے ہیں جو انقلاب اسلامی ایران کی فکر (جو در حقیقت

امت کو جوڑنے اور مسلمانوں کی تقدیر کو بدلنے کی فکر ہے) سے ٹکراتے ہیں۔ ذیل میں اس فکر کے مسلمانوں اور انقلاب اسلامی ایران پر پڑنے والے منفی آثار کا مختصر تذکرہ اور ان کا تنقیدی جائزہ لیا کیا جائے گا۔

نظریہ انکار ختم نبوت اور انقلاب اسلامی ایران:

جیسا کہ ان فرقوں کے بانیوں نے اپنی الگ جماعت اور علیحدہ گروہ بنایا اور مسلمانوں کی ایک سادہ لوح تعداد کو اپنے ساتھ ملایا، اب بھی ایسا نہیں ہے کہ یہ دونوں فرقے اپنے بانیوں کی وفات کے بعد، اپنے آپ کو مسلم امہ کا حصہ سمجھیں بلکہ انہوں نے غلام احمد قادیانی اور بہاء اللہ، کے مرنے کے بعد اپنا الگ نظام خلافت اور الگ جماعتی نظام قائم کیا ہے اور ان خلفاء اور اس سسٹم کی اطاعت ایسے ہی کرتے ہیں جیسا کہ نبی کے حقیقی جانشینوں کی اطاعت ہوا کرتی ہے۔ آج تک ان کے خلفاء اور نظام کا سلسلہ جاری ہے۔ اس فکر کے اہم اصول، جو انقلاب اسلامی ایران اور وحدت امت کو کمزور کرتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱. سیاست کی دین سے جدائی:

سیاسی بصیرت اور زمانے کے نشیب و فراز سے آشنا ہونا جیسا کہ ہر فرد کے لئے ضروری ہے اسی طرح سے ایک مکتب اور ایک فرقے کے لئے بدرجہ اولی ان امور سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے انقلاب اسلامی ایران کی ایک اہم خصوصیت مسلمانوں کو سیاسی بصیرت دینا اور اپنے دشمن کی پہچان دینا ہے لہٰذا جو فرقے اور جماعتیں، سیاسی بصیرت نہیں رکھتیں وہ انقلاب اسلامی ایران اور اسلام حقیقی کے دشمنوں کی صف میں نظر آتی ہیں۔ قادیانیت اور بہائیت کی ایک خصوصیت جو ان فرقوں کے بارے میں بہت سے سوالات کو جنم دیتی ہے وہ سیاسی بصیرت کا نہ ہونا اور مسلمانوں کے حالات اور واقعات میں دلچسپی نہ لینا ہے۔ کسی ملک میں بھی قادیانیوں اور بہائیوں کے علاوہ مسلمانوں پر کتنی ہی بڑی مصیبت آئے اور کتنے ہی مظالم ٹوٹ پڑیں ان فرقوں کی طرف سے کبھی اس کام کی مذمت نہیں کی گئی اور نہ کبھی دنیا کے طاغوتی اور استکباری نظاموں کے بارے میں کوئی کلمہ ان کی زبان پہ آیا ہے بلکہ غلام احمد قادیانی انگلینڈ کی ملکہ کی تعریف میں کہتا ہے: "خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں جس پر تیری نگاہیں ہیں، خدا کی رحمت کا ہاتھ اس رعایا پر ہے جس پر تیرا ہاتھ ہے، تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے۔۔۔ (رجوع کریں، غلام احمد، قادیانی، ستارہ قیصرہ، ص۸) قادیانی کی انگلینڈ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ کہتا ہے: "اگر کسی کے دل میں انگلینڈ کے خلاف بغاوت کا خیال بھی آئے تب بھی گناہ کبیرہ ہے" (غلام احمد، قادیانی، تریاق القلوب، ص۱۵) البتہ قادیانی کے والد کی بھی یہی سوچ تھی ۱۸۵۷

میں جب ہندوستان کے تمام لوگوں نے انگلینڈ کی غاصب حکومت کے خلاف قیام کیا تو قادیانی کے والد نے انگلینڈ کا ساتھ دیا تھا اور ان کی مالی مدد بھی کی اور اس بات کا قادیانی خود اقرار کیا کرتا تھا۔ (غلام احمد، قادیانی، روحانی خزائن، ج۱۵، ص ۱۱۳)

اسی طرح ان دونوں فرقوں کی سیاسی بصیرت کا یہ عالم ہے کہ ان کے مراکز اسرائیل جیسے غاصب ملک میں بھی موجود ہیں۔ بہائی بیت العدل جو بہائیت کو چلانے والی مرکزی کمیٹی ہے اس کا مرکز حیفا میں ہے۔ (مہدی، حبیبی، نقدی بر شاہ بیت غزل بہائیت، ص، ۴۶)

بہائیت میں سیاست کو دین سے جدا سمجھا جاتا ہے اور دینی حکمرانوں کا کام فقط تعلیم و تربیت نفوس بتایا گیا ہے اور سیاسی امور میں مداخلت نہ کرنا ان کے وظائف میں شامل ہے۔ (نادر، سعیدی، عبدالبہاء و تولد انسان، ص ۲۲) بہائی سیاست کے دین سے جدا ہونے کو حکم خدا سمجھتے ہیں اور ان کے مطابق دین اور سیاست کو ایک دوسرے سے جدا نہ سمجھنا دین کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے۔ (نادر، سعیدی، عبدالبہاء و تولد انسان، ص ۲۲)

قادیانیوں کی بھی اسی سے ملتی جلتی رائے ہے، بشیر الدین، غلام احمد قادیانی کے دوسرے خلیفہ لکھتے ہیں:
"احمدیت کو سیاست سے کوئی غرض نہیں، احمدیت صرف اس غرض کے لئے کھڑی ہوئی ہے کہ مسلمانوں کی دینی حالت کو درست کرے اور انہیں ایک رشتہ میں پروئے تاکہ وہ مل کر اسلام کے دشمنوں کا اخلاقی اور روحانی ہتھیاروں سے مقابلہ کر سکیں"۔ (بشیر الدین، احمدیت کا پیغام، ص ۲۷)

تجزیہ

جیسا کہ گذشتہ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانیت مسلمانوں کی دینی حالت کو بہتر بنانا چاہتی ہے لیکن نہیں معلوم قادیانی کس طرح مسلمانوں کی دینی حالت کو درست کرنا چاہتے ہیں؟ کیا مسلمان پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے؟ حج نہیں کرتے تھے؟ روزے نہیں رکھتے تھے؟ اسی طرح یہ جاننا ضروری ہے اس جماعت کے نزدیک دین سے کیا مراد ہے؟ کیا مسلمانوں کے اجتماعی اور سیاسی امور دین کا حصہ نہیں ہیں؟ اسی طرح اس جماعت کے اہداف میں سے مسلمانوں کا متحد ہو کر دشمنوں کا اخلاقی اور روحانی مقابلہ بیان کیا گیا ہے! کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں کا مقابلہ فقط اخلاقی اور روحانی ہتھیاروں سے کیا تھا؟!

البتہ ان کی باتوں میں بڑا واضح تناقض پایا جاتا ہے ایک طرف تو سیاست اور دین میں جدائی کا نعرہ لگاتے ہیں

دوسری طرف استعماری طاقتوں کے نفع میں بیان دیتے ہیں حالانکہ وہ بھی تو سیاسی باتیں ہیں۔ (رجوع کریں _ ملکہ انگلینڈ کی شان میں ان کی کتاب، ستارہ قیصرہ)

دین سیاست سے الگ نہیں ہے اور نہ ہی سیاست دین سے الگ ہے، امام خمینی اس بارے میں فرماتے ہیں: " بنیادی طور پر یہ نعرہ کہ سیاست دین سے جدا ہے استعماری طاقتوں کا نعرہ ہے اور انہوں نے اس کو پھیلایا ہوا ہے" (روح اللہ، خمینی، ولایت فقیہ، ص ۲۲) اور مسلمانوں کی مشکلات کا سب بڑا سبب، یہی فکر ہے اور آج بھی وہی لوگ اس فکر کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے اس کو جائز قرار نہیں دیتے، جو استعمار کا آلہ کار ہیں" (روح اللہ، خمینی، صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۲۰۴)

در حقیقت یہ نعرہ ان لوگوں کا ہو سکتا ہے جو انبیاء کی تاریخ سے نا آشنا ہیں کیونکہ حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے حکومتیں تشکیل دیں۔ اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی، اسی طرح خلفاء راشدین نے حکومتیں تشکیل دیں، ہر علاقے کے لئے گورنر بنائے، جنگیں لڑیں، سزائیں دیں اور لوگوں کے تمام تر سیاسی اور معاشرتی امور پر نظر رکھی، اگر یہ امور سیاست نہیں ہیں تو ان کو کیا نام دیا جائے گا؟ کیا رسول خدا اور خلفاء کے علاوہ کوئی اور شخص سیاسی امور کی نگرانی کرتا تھا؟ اس بارے میں امام خمینی فرماتے ہیں: "رسول خدا نے سیاست کی بنیاد، دین کو قرار دیا، آپ نے حکومت تشکیل دی، حکومتی مراکز کی بنیاد رکھی"۔ (روح اللہ، خمینی، صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۲۰۴)

اگر علماء، جو انبیاء کے وارث ہیں (قادیانی بھی اس بات کو قبول کرتے ہیں) وہ سیاست میں حصہ نہ لیں تو کون اسلام کے مطابق فیصلے کرے گا؟ کون اسلام کے مطابق حدود الٰہی کا اجراء کرے گا؟ کون مسلمانوں کو اپنی ذمے داریوں سے آشنا کرے گا؟

حضرت علی کے بقول: "لوگوں کے لئے ایک امیر اور رہبر کا ہونا ضروری ہے وہ اچھا ہو یا برا" (سید رضی، نہج البلاغہ، خطبہ، ۴۰ (نسخہ دشتی) اگر وہ نیک، دین دار اور دین شناس ہو تو امت مسلمہ کے مسائل کو اچھی طرح سے عدل و انصاف سے حل کر سکتا ہے۔

۲. قادیانی نظام خلافت:

قادیانی فرقہ میں سلسلہ خلافت قائم کر کے اس کو تمام فرقوں سے الگ کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو احمدی (قادیانی) اور غیر احمدی میں تقسیم کرتے ہیں اور مختلف احادیث کو دلیل بنا کر ثابت کرتے ہیں کہ رسول خدا

نے پیشین گوئی کی تھی کہ میری امت میں خلافت کا ایک اور سلسلہ قائم ہو گا لہٰذا یہ وہی سلسلہ ہے اور ان خلفاء کی رسول خداﷺ کے خلفاء کی طرح اطاعت ضروری ہے۔ (مبشر احمد، خالد، نظام خلافت، ص۱۸۸)

بطور نمونہ یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا: "اس امت کے آخری حصہ میں ایک ایسی جماعت ہو گی جن کو پہلے والوں کی طرح (صحابہ) اجر ملے گا، وہ امر بالمعروف کرنے والی ہو گی اور نہی عن المنکر کرے گی۔۔۔"۔ ((احمد بن حنبل، شیبانی، مسند احمد بن حنبل، ج۳۸، ص۲۴۱) اور ظاہر ہے کہ یہ مسیح موعود کی جماعت ہی ہے۔ (مبشر احمد، خالد، نظام خلافت، ص۱۸۸) اسی طرح اس حدیث کو بھی بہت زیادہ پیش کیا جاتا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: " "ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ۔۔۔" (احمد بن حنبل، شیبانی، مسند احمد بن حنبل، ج۳۰، ص۳۵۵)

قادیانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ: "خلافت احمدیہ، خلافت راشدہ ہی ہے کیونکہ آخری زمانہ میں قائم ہونے والی خلافت کے لئے ہی "خلافت علی منھاج النبوہ" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور آخری زمانہ میں قائم ہونے والی "خلافت علی منھاج النبوہ" سے مراد، خلافت احمدیہ ہی ہے"۔ (مبشر احمد، خالد، نظام خلافت، ص۱۹۱) لہٰذا اس جماعت میں قادیانی کی وفات کے دوسرے دن کو "یوم خلافت" سے جانا جاتا ہے۔ (مبشر احمد، خالد، جماعت کا تعارف، ص۱۱۸)

البتہ خلفاء کے انتخاب کے بارے میں قادیانی کسی خاص روش کی پیروی نہیں کرتے بلکہ ان کا دعوی ہے کہ جس طرح رسول خداﷺ کے خلفاء میں سے ہر ایک خاص طریقے سے انتخاب ہوا، اسی طرح قادیانی خلفاء بھی مختلف انداز سے انتخاب ہوئے ہیں، کوئی جمہوری طریقہ سے تو کوئی شوری کے ذریعے انتخاب ہوا ہے۔ (مبشر احمد، خالد، نظام خلافت، ص۱۹۵) البتہ ان کے بقول انتخاب خلیفہ میں اہل حل و عقد کا کردار اساسی رہا ہے۔ (مبشر احمد، خالد، جماعت کا تعارف، ص۱۲۹) قادیانیوں کے نزدیک سب سے بڑا مقام، خلیفہ کا ہوتا ہے وہ لوگوں سے مشورہ کرتا ہے لیکن خدا پر توکل کرتے ہوئے وہ خود فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کی آراء کی پیروی اس پر واجب نہیں ہوتی۔ (۔ (ایضا، ص۲۴۱)

تجزیہ

قادیانی جماعت کو صحابہ سے تشبیہ دینا، ان کی طرح اس جماعت کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، صحابہ کی طرح مختلف فتنوں سے مقابلہ کرنا یہ ایسی باتیں ہیں جن پر کوئی قابل قبول گواہی نہیں ملتی۔ صحابہ نے

امر بالمعروف کیا تو اس کی ایک مثال یہ ہے کہ انہوں نے ظالم حکمرانوں سے مقابلہ کیا، ان کو اسلام کی دعوت دی، فتنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے کئی جنگیں بھی لڑیں لیکن قادیانی جماعت میں کوئی ایسا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں ملتا، نہ کبھی انہوں نے ظالموں سے مقابلہ کی بات کی، نہ کبھی وہ طاغوت سے ٹکرائے نہ انہوں نے اسلام کی خاطر کوئی عملی اقدام کیا، لہٰذا وہ جماعتیں جو استکباری طاقتوں کے سایے میں زندگی بسر کرتی ہیں وہ کبھی حقیقی معنوں میں مدافع اسلام ناب نہیں ہو سکتیں۔

لہٰذا قادیانی خلافت پر قائم کئے گئے دلائل ناقص اور ان کا استدلال غلط ہے، اسی طرح جن احادیث کو وہ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ جن میں آخری دور میں پھر خلافت کا سلسلہ جاری ہوگا جو نبوت کے طریق پر ہوگی اور اس سے مراد، قادیانی سلسلہ خلافت ہے، اس مطلب کے قادیانی سلسلہ کے حق میں ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ ممکن ہے اس سے مراد، امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی خلافت کی طرف اشارہ ہو یا بعض اہل سنت منابع کے مطابق اس سے عمر بن عبدالعزیز کی حکومت مراد ہے۔ (احمد بن حنبل، شیبانی، مسند احمد بن حنبل، ج ۳۰، ص ۳۵۵)

تو چونکہ روایات عام ہیں ان میں آخری زمانے میں، ایک جماعت کی تعریف کی گئی ہے لہٰذا اس کو قادیانی جماعت پر منطبق کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا نہ خلفاء راشدین کے دور حکومت کو دور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی قادیانی خلفاء کی حکومت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی حکومت کی تجلی سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ نہ تو قادیانی خلفاء کے معصوم ہونے پر کوئی دلیل ہے جس کی وجہ سے ان کی اطاعت ضروری ہو اور نہ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے خلفاء کی عصمت پر کوئی دلیل ہے لہٰذا جو خلیفہ معصوم نہ ہو شیعہ مکتب میں چشم بستہ اس کی پیروی نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی وہ خلیفہ منہاج نبوت پر حکومت چلا سکتا ہے، منہاج نبوت پر وہی حکومت چلا سکتا ہے جس کے چلانے والا صفات نبی کا حامل ہو، علم واخلاق نبی کا وارث ہو اور یہ ساری صفات امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف میں پائے جاتے ہیں کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا تھا: "۔۔۔ اِشبہ الناس بی خلقا و خلقا۔۔۔" (لطف اللہ، صافی، منتخب الاثر، ج ۲، ص ۱۳۳) مہدی لوگوں میں سے گفتار و کردار میں سب سے زیادہ میرا شبیہ ہے۔ لہٰذا اس قسم کی روایات فقط ان پر منطبق ہو سکتی ہیں۔

ایک اور تشبیہ یہ بیان کی گئی کہ صحابہ کی طرح قادیانی خلفاء مختلف طریقوں سے منتخب ہوئے تو یہ بات بھی کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی یہ طریقہ مسنون ہے بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد خلفاء کا انتخاب، نص رسول سے

ہوتا ہے، یعنی رسول خدا نے اپنے فرامین میں، اپنے بعد آنے والے اوصیاء اور خلفاء کے نام بتا دیئے تھے لہٰذا خلفاء جن روشوں سے منتخب ہوئے ہیں وہ باطل اور نادرست ہیں۔ بطور نمونہ چند روایات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

وَرَوَی مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْكُوفِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ النَّخَعِيِّ عَنْ عَمِّهِ الْحُسَيْنِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ عَنِ الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: «الْأَئِمَّةُ بَعْدِي اثْنَا عَشَرَ أَوَّلُهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَآخِرُهُمُ الْقَائِمُ فَهُمْ خُلَفَائِي وَأَوْصِيَائِي وَأَوْلِيَائِي وَحُجَجُ اللَّهِ عَلَى أُمَّتِي بَعْدِي الْمُقِرُّ بِهِمْ مُؤْمِنٌ وَالْمُنْكِرُ لَهُمْ كَافِرٌ». (محمد بن علی، ابن بابویہ، من لایحضرہ الفقیہ ج ۴، ص۱۷۹)

اس روایت میں رسول خدا ﷺ اپنے بعد آئمہ کی تعداد ۱۲ بتاتے ہیں جن میں پہلے امام حضرت علی علیہ السلام اور آخری، امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: "دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَبَيْنَ يَدَيْهَا لَوْحٌ فِيهِ أَسْمَاءُ الْأَوْصِيَاءِ مِنْ وُلْدِهَا فَعَدَدْتُ اثْنَيْ عَشَرَ أَحَدُهُمُ الْقَائِمُ ثَلَاثَةٌ مِنْهُمْ مُحَمَّدٌ وَأَرْبَعَةٌ مِنْهُمْ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ." (محمد بن علی، ابن بابویہ، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۱۸۰)

اس روایت میں بھی خلفاء رسول کی تعداد ۱۲ بتائی گئی ہے جن میں سے ا قائم کے نام سے معروف ہیں، ۳ کے نام محمد اور ۴ کے نام علی ہیں۔

۳. بہائی نظام بیت العدل اعظم:

بہاء اللہ نے اپنی زندگی میں یہ حکم دیا تھا کہ جس علاقے میں بھی بہائیوں کی ایک تعداد موجود ہو وہاں پر ۹ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو بہائیوں کے امور کی دیکھ بھال کرے۔ (حسین، رہنمائی، درس نامہ شناخت بہائیت، ص۷۲) لہٰذا اسی تناظر میں بہاء اللہ کے بیٹے شوقی افندی کی وفات کے ۶ سال بعد لندن میں ایک کانفرس بلائی گئی جس میں بیت العدل کے ۹ اعضاء کو مدعو کیا گیا اور ولایت امر اللہ کو ختم کر کے بیت العدل کی حیفا میں بنیاد رکھی گئی جو اب تک وہاں قائم ہے اور اس کے اعضاء، بہائیوں پر حکومت کرتے ہیں۔ (مہدی، حبیبی، نقدی بر شاہ بیت غزل بہائیت، ص۴۶) لہٰذا دنیا میں جتنے بہائی ہیں سب کے لئے یہ فاونڈیشن اور سسٹم، توجہ کا مرکز ہے۔ (مریم، صفائی، طلوعی دیگر، ص۸۴) بہائی کتب کی روشنی میں یہ کمیٹی خطاء سے مبرا ہے اور اس کے احکام کی پیروی واجب ہے۔ (حسین، رہنمائی، درس نامہ شناخت بہائیت، ص۷۲) البتہ

اس فرقے کے پیروکاروں کے آپس میں اختلافات بھی بہت زیادہ ہیں اور یہ کئی شاخوں میں تقسیم ہیں جس کے مطالعہ کے لئے ان کے اصلی منابع کی طرف رجوع کیا جائے۔

تجزیہ

کسی بھی انجمن اور کمیٹی کے معصوم عن الخطاء ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور نہ ہی کسی تنظیم کی اطاعت کے واجب ہونے پر کوئی قرآنی یا روایی دلیل موجود ہے۔ شیعہ مکتب فکر کی روشنی میں فقط انبیاء اور آئمہ، معصوم ہیں ان کی اطاعت چشم بستہ ہوتی ہے ان کے علاوہ سب خطاء کر سکتے ہیں۔ظاہرا بہائیوں نے اس وجہ سے اس انجمن کو معصوم قرار دیا ہے تا کہ ان کے فرقے کے لوگ ان کی نافرمانی نہ کر سکیں اور جو کام وہ کروانا چاہیں، عصمت کی آڑ میں کروا سکیں۔ بہائی منابع میں اس گروہ کی عصمت پر دلائل موجود نہیں ہیں لہٰذا اس بحث کی طرف اشارہ کافی ہے۔

۴. جہاد کے تصور کا خاتمہ:

قادیانی، جہاد کے منکر نہیں ہیں بلکہ ان کے نزدیک جہاد اس وقت واجب ہوتا ہے جب کوئی تلوار اور خنجر کی نوک پر مذہب تبدیل کروانے کے درپے ہو اور امام حکم دیں تو جہاد واجب ہوتا ہے۔ (بشیر الدین، محمود احمد، احمدیت کا پیغام، ص۱۹)

تجزیہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض دفعہ اسلام میں جہاد کے تصور سے مختلف فرقے سوء استفادہ بھی کرتے آئے ہیں اور بے گناہ لوگوں کا خون بھی بہایا گیا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس نظریے کو غلط سمجھ کر ختم کر دیا جائے۔اس نظریے کے بارے میں قادیانیوں سے چند سوال کئے جاسکتے ہیں یہ کہ آپ کی امام سے مراد کیا ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی تلوار کی نوک پر مذہب تبدیل نہ کروائے بلکہ اہل مذہب کا قتل عام شروع کردے اور بے گناہ بچوں اور خواتین کو قتل کرنا شروع کردے تو آپ کی رائے کیا ہے اس سے جہاد اور مقابلہ کیا جاسکتا ہے یہ نہیں؟! کیا وجہ ہے قادیانیت کی پوری تاریخ میں کوئی موقعہ ایسا پیش نہیں آیا کہ اس حکم کو عملی جامہ پہنایا جائے؟!

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قادیانیوں نے واضح طور پر اس نظریہ کو ختم نہیں کیا لیکن اس کے لئے ایسے شرائط متعین کئے ہیں کہ یہ فکر ناکارہ ہو جائے کیونکہ آج کل کے دور میں کسی کو کیا ضرورت مسلمانوں کو پکڑ کر ان

سے کہا جائے اپنے عقیدے سے منصرف ہوں بلکہ جن مسلمانوں کو اپنے راستے میں اور اپنے اہداف میں روکاوٹ سمجھتے ہیں ان کو بموں کے ذریعے اڑادیا جاتا ہے یا انہیں زبردستی گھروں سے نکال دیا جاتا ہے۔

یہ نظریہ تاریخی حقائق کے بھی مخالف ہے اسلام کی جنگوں میں ایسا نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں کے عقیدہ کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے تھے بلکہ مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتے تھے اور جب مسلمان ختم ہو جائیں گے تو اسلام بھی ختم ہو جائے گا لہذا اگر جنگ خندق میں مسلمانوں نے جہاد کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار و مشرکین مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتے تھے۔

البتہ جہاد کے مختلف مراحل ہو سکتے ہیں اگر قادیانیوں اور بہائیوں کے عقیدے کے مطابق جہاد بالسیف کا مرحلہ نہیں تو کیا اس سے پہلے والے مراحل کی شرائط بھی شرائط پوری نہیں ہیں؟! اگر کسی ملک میں مسلمان بچوں کو بے گناہ قتل کیا جاتا ہے تو کیا مذمتی بیان کا مرحلہ بھی نہیں ہے؟ فلسطین، یمن، پاکستان اور افغانستان میں مسلمانوں کے بے گناہ ہونے کے دسیوں واقعات گزرے ہیں مسلما جن کے پیچھے استعماری طاقتیں ہیں لیکن ان فرقوں کی سائٹس اور ان کے عمائدین کی طرف سے کبھی مذمتی بیان نہیں سنا۔

نتیجہ:

ان دو فرقوں کے بنیادی عقائد سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ قادیانی اور بہائی ہر اس نظریے کو قبول نہیں کرتے جس سے مسلمانوں میں سیاسی بصیرت کو فروغ ملے اور مسلمان امت واحدہ بن کر استعماری نظاموں کا مقابلہ کر سکیں، انہی نظریات کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انقلاب ایرانی اسلام اور یہ دو فرقے متضاد نظریات کے حامی ہیں۔

نظریہ انکار ختم نبوت پر دلائل اور ان کا تجزیہ

قادیانیت اور بہائیت جو انکار ختم نبوت کے دعوے دار ہیں اس عقیدے پر قرآنی آیات پیش کرتے ہیں اور ان کی اپنے دعوے کے مطابق تفسیر کرتے ہیں اور اپنے گمان کی بناء پر اپنے ان دلائل کو کافی اور وافی بھی سمجھتے ہیں، ذیل میں ان کے دلائل پیش کئے جائیں گے اور ان کا تجزیاتی جائزہ بھی لیا جائے گا۔

پہلی دلیل: قرآن میں لفظ انبیاء اور رسل کا استعمال

قادیانی اور بہائی ختم نبوت کے انکار پر جو قرآنی دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے وہ آیات بھی ہیں جن میں انبیاء اور رسل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ان آیات میں سے ایک آیت یہ ہے " یابَنِی آدَمَ إِمَّا یَأْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ

مِنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ " (اعراف، ۳۵) اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے قادیانی کہتے ہیں: یہ آیت گزشتہ لوگوں سے خاص نہیں بلکہ پوری بشریت اس آیت کا مخاطب ہے چنانچہ جمع کا صیغہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس امت کی طرف ایک نبی نہیں بلکہ کئی نبیاء آئیں گے"۔ (عبد الرحمٰن، خادم، مذہبی انسائکلوپیڈیا، ص۲۵۷) بہائی بھی اسی نظریے کو بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: " اے لوگوں نئے آنے والے انبیاء کے بارے میں شک و شبہ میں نہ پڑو، وہ ضرور آئیں گے تاکہ میرا پیغام پہنچائیں، نئے پیغمبر کی تصدیق سے نہ تمھیں کوئی ڈر ہونا چاہیے اور نہ کوئی خوف"۔ (محمد ابراہیم خان، محمد: خاتم انبیاء، ص۴۷) اسی طرح قادیانی اس آیت " یٰۤاَیُّہَا الرُّسُلُ کُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِیۡمٌ" (مومنون، ۵۱) میں موجود لفظ "رسل" سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں جمع کا صیغہ آیا ہے اور رسول خدا کے زمانے میں تو فقط ایک نبی تھے اور گذشتہ انبیاء بھی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ کھانے کا حکم گذشتہ انبیاء کو دینا عبث کام ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کی آئندہ اور نبی بھی آئیں گے"۔ (عبدالرحمٰن، خادم، مذہبی انسائکلوپیڈیا، ص۲۶۰)

تجزیہ

واضح ہے کہ چونکہ قادیانیوں اور بہائیوں کی نظر میں وہ آیات جن میں انبیاء اور رسل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کا مخاطب صرف مسلمان ہیں لہٰذا وہ ان آیات کا صحیح تجزیہ کرنے سے قاصر ہیں۔ان آیات کے صحیح تجزیے کے لئے، ان آیات کے الفاظ کا صحیح طرح سے جائزہ لینا ضروری ہے جن میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں تاکہ ان کی دلالت کے بارے میں کوئی پختہ رائے قائم کی جاسکے۔

تعبیر "رسل" اور "انبیاء" کی حقیقت:

یہ جو کہا گیا ہے کہ سورہ اعراف کی آیت نمبر ۳۵ میں مختلف انبیاء کے آنے کی بات کی گئی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول خدا کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا، درست نہیں ہے اور اس استدلال کے غلط ہونے کی چند وجوہات ہیں؛ پہلی وجہ، یہ ہے کہ اس آیت کا مخاطب فقط مسلمان نہیں ہیں بلکہ تمام بنی آدم ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت کا لحن شرطی ہے کیونکہ اس کے شروع کا (اما) کا لفظ موجود ہے جو "ان" اور " ما" سے مرکب ہے اور یہ کسی کام کے حتمی ہونے کی دلیل نہیں ہوتا یعنی اگر تمہاری طرف انبیاء آئیں تو تمہاری یہ یہ۔۔۔ذمہ داری ہے اور اگر نہ آئیں تو کوئی ذمے داری نہیں ہو گی۔ لہٰذا اس آیت کے کسی لفظ سے

رسول خدا کے بعد انبیاء کی آمد کا سلسلہ ثابت نہیں ہوتا اور ایسے مطلب کی قرآن سے نسبت دینا تفسیر بالرائے کے مترادف ہے۔

اسی طرح سورہ مومنون کی آیت نمبر ۵۱ میں موجود جو جمع کے صیغہ سے یہ مطلب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس میں کھانے کا حکم گذشتہ انبیاء کو نہیں ہو سکتا لہٰذا ثابت ہوتا ہے کئی نبی آئیں گے، یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اس سے ملتی جلتی کئی آیات ہیں جن میں اے بنی آدم! کے الفاظ موجود ہیں لیکن ان احکام کو کوئی مفسر، مسلمانوں سے خاص نہیں کرتا بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ اس حکم میں سب بشر شامل ہیں، اس بارے میں دو آیات پیش کی جاتی ہیں، پہلی آیت سورہ یس کی آیت نمبر ۶۰ ہے جس میں حکم ہوا "اے بنی آدم! شیطان کی عبادت نہ کرنا کہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔۔۔" (یس، ۶۰) دوسری مثال، سورہ اعراف کی آیت نمبر ۲۶ ہے جس میں فرمایا: "اے بنی آدم! ہم نے لباس تمہارے لئے نازل کیا ہے۔۔۔" (اعراف، ۲۶) ان دونوں آیات میں بنی آدم سے مراد تمام انسان ہیں نہ کہ فقط مسلمان، اسی طرح جن آیات میں جمع کے صیغے کے ساتھ انبیاء کو خطاب ہے حضرت آدم سے لیکر حضرت خاتم تک تمام انبیاء مد نظر ہوتے ہیں مگر کوئی قرینہ موجود ہو جو یہ ثابت کرے کہ ایک خاص گروہ مد نظر ہے جو قرینہ ان آیات میں موجود نہیں ہے۔

لہٰذا جو تاویل ختم نبوت کے منکرین، ان دو آیات کی کریں گے وہی تاویل انبیاء سے متعلق آیات کے بارے میں بھی پیش کی جائے گی۔ اور اس مطلب کی طرف بھی توجہ ضروری ہے کہ ان آیات میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور جمع کی کم از کم تین افراد پر دلالت ہوتی ہے تو قادیانی، رسول خدا کے بعد حداقل تین انبیاء کے نام تو بتائیں! پھر دو پر کیوں رک جاتے ہیں؟، ایک رسول خدا اور دوسرا قادیانی!

آخر میں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگر بالفرض اس آیت سے نبوت کا تسلسل ثابت ہو بھی جائے تب بھی قادیانی اور بہائی کے نبی ہونے سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں ہے یعنی ان کی دلیل عام ہے اور ان کا دعوی خاص ہے۔

دوسری دلیل: انکار نبوت میں امت مسلمہ کی باقی امتوں سے شباہت

ختم نبوت کے منکرین سورہ جن کی آیت نمبر ۷ سے تمسک کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان بھی گذشتہ امتوں کی طرح نئے آنے والے انبیاء کا انکار کر کے ان کی طرح ہو رہے ہیں۔ آیت

میں اس طرح سے ہے "۔۔۔وَاَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا." (جن/۷) یعنی وہ اسی طرح سے گمان کرتے تھے جس طرح تم گمان کرتے ہو کہ خدا کسی نبی کو مبعوث نہیں کرے گا۔ قادیانی مفسرین کہتے ہیں: " جنوں نے اپنے اس گروہ سے کہا جو نئے آنے والے انبیاء پر ایمان نہیں رکھتے تھے، انسان بھی تمہاری طرح یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ خدا حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجے گا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گذشتہ اقوام بھی اس طرح کا عقیدہ رکھتی تھیں۔ (عبد الرحمٰن، خادم، مذہبی انسائکلوپیڈیا، ص۲۶۴) جو آج کل کے مسلمانوں کا ہے۔

بہائی فرقہ بھی اسی آیت کا سہارا لیتے ہوئے کہتا ہے، پہلی امتیں بھی نئے انبیاء کا انکار کرتی تھیں جیسا کہ آج کل مسلمان کر رہے ہیں۔ (محمد ابراہیم، خان، محمد: خاتم انبیاء، ص۸۲)

تجزیہ

یہ آیت جس کو ان دو فرقوں نے اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا ہے اس کا خلاصہ کچھ اس طرح سے ہے کہ، رسول خدا طائف میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے گئے تو کسی نے ان کی آواز پر لبیک نہ کہی واپس لوٹتے ہوئے ایک وادی سے گزر ہوا جو وادی جن کے نام سے معروف تھی، وہاں پر آپ نے رات کو قیام کیا اور قرآن کی تلاوت کی جسے جنوں کے ایک گروہ نے سنا اور ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ (عبد علی، حویزی، نور الثقلین، ج۵، ص۴۳۴) البتہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ رسول خدا نے ان کو نہیں دیکھا تھا بلکہ خدا نے وحی کے ذریعے آنحضرت کو خبر دی۔ (وھبہ، زحیلی، التفسیر المنیر، ج۲۹، ص۱۶۳) یہ جنوں کا مومن گروہ جب اپنے کافر گروہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے ساری داستان بیان کی اور کہا کچھ انسان بھی تمہاری طرح یہی سمجھ رہے تھے کہ حضرت عیسی اور حضرت موسی کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ (فضل بن حسن، طبرسی، مجمع البیان، ج۱۰، ص۵۵۶)

شان نزول کی ان روایات اور آیات کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ (ظنوا) سے مراد، کفار اور مشرکین مکہ ہیں اور (ظننتم) سے مراد، جنوں کا وہ گروہ ہے جو اس وقت تک رسول خدا پر ایمان نہیں لائے تھے لہٰذا مفسرین کی ایک بڑی جماعت اسی نظریے کی قائل ہے۔ (محمود بن عمر، زمخشری، الکشاف، ج۴، ص۲۶۴) محمد حسین، طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج۲۰، ص۴۲) محمد حسین، فضل اللہ، من وحی القرآن، ج۲۳، ص۱۵۱)

البتہ بعض نے کہا ہے کہ (ظنوا) سے مراد جن ہیں، اور (ظننتم) سے مراد کفار اور مشرکین مکہ ہیں۔ (محمد بن عمر، فخر رازی، مفاتیح الغیب، ج۳۰، ص۶۶۸) جو کہ قوی معلوم نہیں ہوتا۔

اس شباہت کی حقیقت:

قادیانیوں نے غلام احمد قادیانی کی نبوت کے منکرین کو پہلے والے انبیاء کی نبوتوں کے منکرین جیسا قرار دیا ہے حالانکہ یہ بہت ناقص اور غلط تشبیہ ہے، پہلے والے انبیاء کی نبوتیں قطعی تھیں پہلے والے انبیاء بعد والوں کی تصدیق کر چکے ہوتے لہٰذا ان میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی تھی لیکن قادیانی کی نبوت کے حق میں نہ کسی نبی کی تصدیق اور نہ ہی کسی کتاب میں اس کا ذکر موجود ہے بلکہ دسیوں دلائل سے ثابت ہے کہ رسول خدا، اللہ کے آخری نبی ہیں لہٰذا قطعی نبوت کے منکرین کا قادیانی کی خودساختہ نبوت سے موازنہ قیاس مع الفارق کا مصداق ہے۔

یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ گذشتہ ساری امتیں نئے نبی کا انکار کرتی تھیں بلکہ ایک خاص گروہ انکار کرتا تھا، لہٰذا جہاں لوگ انکار کرتے تھے وہاں ایسے لوگ بھی تھے جو انبیاء کا شدت سے انتظار کرتے تھے جیسا کہ خود یہود کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ نئے نبی کے انتظار میں حجاز میں ہجرت کر کے آئے تھے (محمد بن یعقوب، کلینی، الکافی، ج۸، ص۳۰۹) اگرچہ بعد میں بعض نے اسلام قبول کیا اور بعض نے انکار کیا۔

انکار نبوت میں مسلمانوں کی قوم یوسف سے شباہت:

قادیانی جماعت، غلام احمد قادیانی کی نبوت کے منکرین کا موازنہ حضرت یوسف کی نبوت کے منکرین سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں حضرت یوسف کے دور میں بھی لوگوں کا عقیدہ یہی تھا کہ حضرت یوسف کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا لہٰذا مسلمان بھی وہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول خدا کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور یہ آیت اس مطلب پر گواہ ہے جس میں خداوند متعال نے فرمایا: وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ. (غافر، ۳۴) "اور بتحقیق اس سے پہلے یوسف واضح دلائل کے ساتھ تمہارے پاس آئے مگر تمہیں اس چیز میں شک ہی رہا جو وہ تمہارے پاس لائے تھے یہاں تک کہ جب ان کا انتقال ہوا تو تم کہنے لگے: ان کے بعد اللہ کوئی پیغمبر مبعوث نہیں کرے گا اس طرح اللہ ان لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے جو تجاوز کرنے والے، شک کرنے والے ہوتے ہیں۔" اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے قادیانی کہتے ہیں: "قرآنی داستانیں عبرت کے لئے بیان کی

گئی ہیں اور یہ بھی ضروری تھا کہ جو گذشتہ انبیاء کے ساتھ پیش آیا وہ ہمارے نبی کے ساتھ بھی پیش آئے، تو چونکہ حضرت یوسف کے بعد لوگوں نے یہ کہا کہ کوئی نیا نبی نہیں آئے گا تو ہمارے نبی کے ساتھ بھی یہی ہوا، ان کے بعد بھی لوگ یہی کہتے ہیں کہ ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا"۔ (عبدالرحمٰن، خادم، مذہبی انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۶۳)

تجزیہ

یہ آیت مومن آل فرعون کی نصیحتوں کا حصہ ہے جس میں وہ اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے خدا کی نافرمانی سے بچنے کی دعوت دیتے ہیں کہ پہلے والے حالات سے عبرت لیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوا اور جس طرح سے تم حضرت یوسف کی نبوت میں شک کرتے رہے اسی طرح حضرت موسی کی نبوت میں شک نہ کرو اور ان پر ایمان لے آئیں۔ (محمد حسین، طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج ۱۷، ص ۳۳۰، وہبہ، زحیلی، التفسیر المنیر، ج ۲۴، ص ۱۱۷)

اس آیت کے ذیل میں جماعت احمدیہ کا مدعی یہ ہے کہ مومن آل فرعون کے مخاطب وہ لوگ تھے جنھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کو قبول کیا تھا لیکن حضرت موسی علیہ السلام کو نبی نہیں مان رہے تھے بلکہ ان کا عقیدہ یہ بن چکا تھا کہ حضرت یوسف کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لہٰذا مسلمان بھی ایسے ہی ہیں رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسلم) کی نبوت کو تو مان لیا لیکن ان کے بعد والی نبوتوں کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں حالانکہ آیت اس مطلب کو بیان کرنے کے درپے نہیں ہے اور نہ ہی قوم یوسف کی امت رسول سے شباہت کو بیان کر رہی ہے بلکہ آیت کہہ رہی ہے تم ہمیشہ حضرت یوسف کی نبوت میں بھی شک کرتے رہے یعنی مومن آل فرعون کا مخاطب وہ لوگ ہیں جنھوں نے نہ حضرت یوسف کی نبوت کو صحیح طرح سے مانا اور نہ ہی حضرت موسی کو مان رہے تھے یعنی ہر دو نبوتوں کے منکر، مومن آل فرعون کا مخاطب ہیں۔

لہٰذا بعض مفسرین نے اس نکتے کو صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہا ہے یہ آیت، اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ لوگ حضرت یوسف کی نبوت کو مانتے تھے بلکہ یہ آیت کہہ رہی ہے وہ لوگ ان کی نبوت میں بھی شک کرتے تھے اور ان کے بعد والی نبوت میں بھی شک کرتے تھے"۔ (ابراہیم بن عمر، بقاعی، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، ج ۶، ص ۵۱۳)

دوسرا نکتہ جو قادیانیوں کے استدلال میں شامل تھا وہ یہ کہ جو گذشتہ انبیاء کے ساتھ پیش آیا وہ ہمارے نبی

کے ساتھ بھی پیش آئے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مجموعی طور پر تو ٹھیک ہے لیکن ہر جزئی مسئلے میں یہ کہنا کہ جو پہلے والے انبیاء کے ساتھ پیش آیا ہمارے نبی کے ساتھ بھی وہی ہو گا یہ درست نہیں، بطور مثال حضرت یوسف کو بادشاہ مصر نے زندان میں ڈالا لیکن ہمارے نبی کو کسی نے زندان میں نہیں ڈالا، حضرت یوسف کو بھائیوں نے کنویں میں ڈالا لیکن ہمارے نبی کے ساتھ یہ نہیں ہوا، حضرت یوسف پر چوری کی تہمت لگی لیکن ہمارے نبی پر کسی نے چوری کا الزام نہیں لگایا، حضرت یوسف کو غلاموں کی طرح بازار میں بیچا گیا لیکن ہمارے نبی کو کسی نے نہیں بیچا، لہٰذا قادیانی جماعت کا یہ استدلال ناقص ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء اپنی سیرت میں، لوگوں کے ساتھ رویے میں، فضائل اخلاقی اور لوگوں کی طرف سے تکذیب جیسے معاملات میں ایک دوسرے سے شباہت رکھتے ہیں تو یہ ٹھیک ہو گا۔

تیسری دلیل: نبی کے بغیر اچھے برے کی پہچان کا ممکن نہ ہونا

ایک اور آیت جس سے تمسک کرتے ہوئے قادیانی نئے نبی کی آمد کو ثابت کرتے ہیں وہ یہ آیت ہے "مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ" (آل عمران، ۷۹)

جس کا ترجمہ اس طرح سے ہے "اللہ مومنوں کو اس حال میں رہنے نہیں دے گا جس حالت میں اب تم لوگ ہو اور یہاں تک کہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر دے اور اللہ تمہیں غیب کی باتوں پر مطلع نہیں کرے گا بلکہ (اس مقصد کے لیے) اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ، اگر تم ایمان لے آؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہیں اجر عظیم ملے گا"۔

اس آیت سے نئے نبی کی ضرورت پر اسدلال کرتے ہوئے قادیانی کہتے ہیں: "سورہ آل عمران مدنی سورہ ہے اور آنحضرت کی نبوت کے کم از کم تیرہ سال بعد نازل ہوئی جب کہ پاک اور ناپاک میں، ابو بکر اور ابو جہل میں، عمر اور ابو لہب میں، عثمان اور عتبہ و شیبہ وغیرہ میں سے کافر و مسلمان ایک دوسرے سے الگ ہو چکے تھے مگر خدا اس کے بعد فرماتا ہے کہ خدا مومنوں میں پھر ایک دفعہ رسول بھیج کر تمیز کرے گا۔آنحضرت کی آمد سے ایک دفعہ یہ تمیز حاصل ہوئی۔اس کے بعد ایک اور تمیز کرے گا اور یہ تمیز ہر مومن کو الہام کر کے نہیں کی جائے گی بلکہ نیا نبی بھیج کر کی جائے گی پس اس سے سلسلہ نبوت ثابت ہے۔ (عبدالرحمٰن، خادم، مذہبی

انسائیکلو پیڈیا، ص۲۵۱)

تجزیہ

قادیانی تفاسیر میں اس آیت کے ذیل میں دو نکات بیان ہوئے ہیں؛ ایک یہ کہ مومن سے منافق کی پہچان کا طریقہ نئے نبی کی بعثت ہے یعنی جب تک نیا نبی نہیں آئے گا یہ تفریق حاصل نہیں ہو گی اور دوسرا نکتہ یہ کہ اس پہچان کے لئے نئے نبی کی ضرورت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں کس حد تک ٹھیک ہیں؟ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے وہ اسی طرح سے ہے جیسا کہ قادیانیوں نے کہا ہے خدا مومن کو منافق سے اور خالص مومنین سے ضعیف الایمان مومنین کو جدا کرتا ہے، قرآن کی کئی آیات اس بات کی گواہی دیتی ہیں، جیسا کہ یہ آیت کہہ رہی ہے "اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ هُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ" (عنکبوت، ۲) کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہنے سے چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور یہ کہ وہ آزمائے نہیں جائیں گے؟ لیکن دوسری بات صحیح نہیں ہے ایسا نہیں ہے کہ خدا اچھے سے برے افراد کو الگ کرنے کے لئے ہمیشہ انبیاء بھیجے بلکہ جیسا کہ سورہ عنکبوت کی مذکورہ آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ خدا بغیر آزمائش کے کسی کو زبانی امتحان لانے پر جنت نہیں دے دیتا۔ اسی طرح دوسری آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ خدا مصیبتوں اور جنگوں کے ذریعے، مال و اولاد کے ذریعے لوگوں کا امتحان لیتا ہے جس سے حقیقی مومنین، زبانی اور ظاہری مومنین سے جدا ہو جاتے ہیں۔ وہ آیات جو انسانوں کے امتحان کے بارے میں ہیں ان میں سے ایک یہ آیت ہے "اِنۡ یَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ؕ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَـعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ" (آل عمران، ۱۴۰)

"اگر تمہیں کوئی زخم لگا ہے تو تمہارے دشمن کو بھی ویسا ہی زخم لگ چکا ہے اور یہ ہیں وہ ایام جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں اور اس طرح اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ مومن کون ہیں اور چاہتا ہے کہ تم میں سے کچھ کو گواہ کے طور پر لیا جائے، کیونکہ اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا"۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: " وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ (سورہ بقرہ، ۱۵۵) "اور ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک اور جان و مال اور ثمرات (کے نقصانات) سے ضرور آزمائیں گے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے"۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا میدان عمل میں مختلف ذمے داریوں کے ذریعے لوگوں کو آزماتا

ہے نہ کہ نبی کی بعثت کے ذریعے، چونکہ اگر لوگوں کے درمیان تمیز فقط نبی کی بعثت میں منحصر ہو تو رسول خداﷺ کی رحلت سے لے کر قادیانی تک جن صدیوں میں نبی نہیں تھے ان نسلوں کا کیا بنے گا؟! البتہ بعض دفعہ نبی کو وحی کے ذریعے ایک خاص طبقے اور دشمنوں کی خبر دی جاتی ہے جیساکہ رسول خداﷺ کو منافقین کے ایک گروہ کی خبر وحی کے ذریعے دی گئی تھی جیساکہ اس حدیث میں ہے (عَنِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ: "فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ) (احمد بن حنبل، شیبانی، مسند احمد بن حنبل، ج۳۸، ص۳۴۵) مسند کے حاشیے میں لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے) ترجمہ حدیث: "میرے صحابہ میں ۱۲ منافق ہیں اور ان کا جنت میں جانا اس طرح محال ہے جس طرح سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا" لیکن پھر بھی آپ نے اس بات کا لوگوں میں اعلان نہ کیا بلکہ ایک راز رہا یعنی اس خبر کے ذریعے مومن اور منافق میں جدائی واقع نہ ہوئی لہٰذا یہ طریقہ کار ہر فرد کے لئے نہیں ہے۔

مذکورہ آیت کے ذیل میں مفسرین لکھتے ہیں: "اس آیت میں چونکہ کہا گیا تھا خدا لوگوں کے اچھے اور برے ہونے کا علم کسی کو نہیں دیتا کیونکہ یہ معاشرے کی مصلحت کے خلاف ہے، اسی لئے بعد میں انبیاء کے لئے علم غیب کو ثابت کیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان کو بھی خدا علم نہیں دیتا لہٰذا یہ آیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ معاشرہ اچھے اور برے افراد سے تشکیل پاتا ہے لیکن سختیوں اور امتحانوں میں ان کے اندر چھپی، اچھی اور بری خصوصیات نمایاں ہوتی ہیں" (عبداللہ، جوادی آملی، تسنیم، ج۱۶، ص۴۲۰)

اسی طرح ایک اور روش جس سے قرآن ہمیں اچھے اور برے افراد کی شناخت دیتا ہے وہ مومنین اور منافقین کی خصوصیات کو بیان کرنا ہے اگر ہم ان اصولوں کو اچھی طرح سمجھ لیں تو ہر دور میں ان پر افراد کو پرکھ سکتے ہیں لہٰذا اس ہدف کے لئے انبیاء کی بعثت ضروری نہیں ہے۔ جیساکہ سورہ منافقون میں، منافقین کی کچھ خصوصیات بیان ہوئی ہیں یا سورہ توبہ (آیات ۶۴ تا ۶۸) میں ان کا تذکرہ موجود ہے، اسی طرح سورہ مومنون یا دوسرے سوروں مثلاً، سورہ انفال (آیات ۲ تا ۴) سورہ توبہ (آیات ۷۱ و ۷۲) میں مومنین کے صفات بیان کئے گئے ہیں، وہ آج کے لئے بھی معیار ہیں اور اسی کے ذریعے معاشرے کے طیب و خبیث کی شناخت کی جاسکتی ہے۔

آخر میں اس بات کا جواب، جو کہا گیا تھا یہ آیت مدینہ کی ہے اور اس سے پہلے مکہ میں مومن و منافق کے درمیان شناخت ہو چکی تھی یہ بات بھی ٹھیک نہیں کیونکہ مکہ میں جو جدائی حاصل ہوئی وہ کافر و مومن کے

درمیان تھی اور مدینہ میں مومن اور منافق کی شناخت مد نظر تھی اسی لئے منافقین کے بارے میں اکثر و بیشتر آیات مدینہ کی ہیں۔

چوتھی دلیل: نبی کی بعثت سے پہلے امتوں پر عذاب کا نہ آنا

قرآن کریم کی اس آیت "وَإِنْ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا" (اسراء، ۵۸) "اور کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم قیامت کے دن سے پہلے ہلاک نہ کریں یا سخت عذاب میں مبتلا نہ کریں، یہ بات کتاب (تقدیر) میں لکھی جا چکی ہے" سے استدلال کرتے ہوئے، ختم نبوت کے منکرین کہتے ہیں: "خدا قیامت سے پہلے ہر آبادی کو ہلاک کرے گا یا اسے عذاب میں مبتلا کرے گا اور ایک دوسری آیت: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا" (اسراء، ۱۵) تمسک کرتے ہوئے کہتے ہیں: "خدا نبی کی بعثت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں کرتا، ان دو آیات کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انبیاء کا سلسلہ آگے بڑھتا رہے گا کیونکہ عذاب حتمی ہے اور عذاب سے پہلے نبی کا آنا حتمی ہے"۔ (عبدالرحمٰن، خادم، مذہبی انسائیکلوپیڈیا، ص۲۶۶)

غلام احمد قادیانی ان آیات کی روشنی میں یہ ثابت کرتا ہے کہ: "جب مشکلات اور مصیبتیں کم تھیں اور عذاب بھی معمولی تھے تو اس وقت انبیاء آتے تھے، تو اب جب کہ عذاب بڑے ہیں نبی کیوں نہ آئیں؟!" (غلام احمد، قادیانی، تفسیر مسیح، ج۳، ص۵۶)

تجزیہ

ختم نبوت کے منکرین کی یہ دلیل ناقص ہے اور اس کی تفسیر بھی غلط ہے، آیت یہ نہیں کہہ رہی کہ قیامت سے پہلے تمام لوگوں کو عذاب ہو گا کیونکہ یہ نہ عقلی حوالے سے ٹھیک ہے اور نہ ہی سنت الٰہی سے سازگار ہے کیونکہ خداوند عالم ہمیشہ مجرموں کو عذاب دیتا ہے نہ کہ ہر ایک کو، آیت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تمام افراد کو مرنا ہو گا اور ان کی موت دو طرح سے ہو سکتی ہے یا تو وہ طبیعی موت مریں گے یا عذاب کی وجہ سے ہلاک ہوں گے، طباطبائی لکھتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ: "چونکہ اس آیت میں عذاب کے مد مقابل ہلاکت کا لفظ استعمال ہوا ہے لہٰذا اس ہلاکت سے مراد طبیعی موت ہے یعنی قیامت سے پہلے یا لوگ طبیعی موت مر جائیں گے یا ان پر ایسا عذاب آئے گا جس کی وجہ سے پوری پوری بستیاں ایک ساتھ نابود ہو جائیں گی"۔ (محمد حسین، طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج۱۳، ص۱۳۲)

موت کی ان دو اقسام (ہلاکت اور عذاب) کی وضاحت کرتے ہوئے مفسرین کا کہنا ہے: "وہ گروہ جو ہلاک ہو گا اور اپنی طبیعی موت مریں گے وہ نیک لوگ ہیں اور وہ جن پر عذاب آئے گا وہ بدکار لوگ ہیں"۔ (مقاتل بن سلیمان، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ج ۲، ص ۵۴۳)

ممکن ہے کوئی اعتراض کرے کہ آیت میں ہلاکت کا لفظ استعمال ہوا ہے اور یہ لفظ طبیعی موت کے لئے استعمال نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں یہ لفظ طبیعی موت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔اس آیت میں"۔۔۔إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ۔۔۔"اگر کوئی مرد مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو۔۔۔ (سورہ نساء، آیہ ۱۷۶) اسی طرح "وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّى إِذَا هَلَكَ۔۔۔"اور بتحقیق اس سے پہلے یوسف واضح دلائل کے ساتھ تمہارے پاس آئے مگر تمہیں اس چیز میں شک ہی رہا جو وہ تمہارے پاس لائے تھے یہاں تک کہ جب ان کا انتقال ہوا۔۔۔ (غافر، ۳۴) ان دونوں آیات میں ہلاکت کے معنی، طبیعی موت کے اتنا واضح ہیں کہ ختم نبوت کا عقیدہ نہ رکھنے والے بھی ان جگہوں پر طبیعی موت کا ترجمہ کرتے ہیں۔ (رجوع کریں، مرزا طاہر احمد، ترجمہ قرآن، ص ۱۶۷ اور ۸۴۳)

اور یہ جو کہا گیا کہ پہلے دور میں مشکلات کم تھیں تو نبی آئے اب جبکہ زیادہ ہیں تو کیوں نہ آئیں؟ یہ بات بھی ٹھیک نہیں، کیونکہ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو قادیانی کے دور سے اب مشکلات اور زیادہ ہیں کیونکہ ۱۰۰ سال پہلے مشکلات کم تھیں اور اب زیادہ ہیں تو اس نظریے کے مطابق ابھی بھی نبی کی ضرورت ہے جبکہ ختم نبوت کے منکرین، خصوصا قادیانی، اپنے بانی کو آخری نبی سمجھتے ہیں! اور یہ ان کے نظریہ کے خلاف ہے۔

آخر میں اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ امت مسلمہ پر عذاب نہ آنے کی وجہ دو چیزیں ہیں، جن کو قرآن نے بیان کیا ہے "وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ" (انفال، ۳۴) اور اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا جب تک آپ ان کے درمیان موجود ہیں اور نہ ہی اللہ انہیں عذاب دینے والا ہے جب وہ استغفار کر رہے ہوں۔ لہٰذا جب تک رسول خدا موجود تھے یا یہ امت استغفار کرتی رہے گی اس کو ایسا عذاب اپنی لپیٹ میں نہیں لے سکتا جو پوری امت کو نابود کر دے۔

روایات شیعہ میں اسی مطلب کو بیان کیا گیا ہے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "زمین پر عذاب خدا سے بچنے کے لئے دو پناہیں تھیں ان میں سے ایک چلی گئی اب دوسری کا سہارا لو، وہ جو چلی گئی وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور وہ جو باقی ہے وہ استغفار ہے"۔ (سید رضی، نہج البلاغہ، حکمت، ۸۸) اہلسنت کے منابع

میں اسی سے ملتی جلتی بات، ابو موسی اشعری (رجوع کریں۔ احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، ج ۳۲، ص ۲۶۴) اور ابن عباس (رجوع کریں۔ ابن کثیر، دمشقی، تفسیر القرآن العظیم، ج ۴، ص ۴۳) سے منقول ہے۔

اس آیت اور روایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بتیجہ نکلتا ہے کہ امت محمد ﷺ کا عذاب سے محفوظ رہنا آنحضرت کے وجود اور استغفار کی برکت سے ہے نہ کہ نئے نبی کی بعثت کی وجہ سے۔

دلائل ختم نبوت:

گذشتہ بحث میں ختم نبوت کے منکرین کے دلائل کو مختصر طور پر بیان کیا گیا اور ان کے صحیح نہ ہونے پر روشنی ڈالی گئی، اس بحث میں مختصر انداز میں ختم نبوت کے دلائل کو بیان کیا جائے گا۔

۱۔ آیت خاتم النبیین

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ رسول خدا کے خاتم الانبیاء ہونے کے بارے میں شکوک و شبہات کی تاریخ ۱۰۰ سے ۱۵۰ سال پرانی ہے اور اس سے پہلے یہ اتفاقی مسئلہ تھا جس میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہیں تھی۔ (محمد حسین، بہشتی، پیامبری در نگاہ دیگر، ص ۴۱) جن گروہوں نے اس میں شک کی بنیاد ڈالی ان میں قادیانیوں اور بہائیوں کے نام سر فہرست ہیں۔

معمولا قرآنی آیات کی روشنی میں جب خاتمیت پر گفتگو ہوتی ہے تو سورہ احزاب کی اس آیت کا حوالہ دیا جاتا ہے جس میں خداوند متعال فرماتا ہے: " محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ہاں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے"۔ (احزاب، آیہ ۴۰) لیکن اس آیت کے بارے میں قادیانی کہتے ہیں: " یہ آیت متنازع ہے لہٰذا خاتمیت پر دلیل نہیں ہو سکتی اور اس کے علاوہ بھی قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو ہر قسم کی نبوت کے ختم ہونے ہونے کی بات کرے"۔ (مرزا بشیر، احمد، ختم نبوت کی حقیقت، ص ۲۴) اس آیت کے ذیل میں تفسیری گفتگو سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اہل لغت اس لفظ کے کیا معنی بیان کرتے ہیں؟

خاتم اہل لغت کی نظر میں:

"خاتم" (تاء کے فتحہ کے ساتھ) ختم سے لیا گیا ہے، اس لفظ کے اصلی معنی کسی چیز کے اختتام پر پہنچ جانے کے ہیں اور اس لفظ کے جو مہر کے معنی بیان کئے جاتے ہیں وہ اس وجہ سے ہیں چونکہ معمولا کسی چیز

کے اختتام پر مہر لگائی جاتی ہے (ابن فارس، معجم مقاییس اللغہ، ج۲، ص۲۴۵) تا کہ کوئی شخص اس کو نہ کھولے"۔ (خلیل بن احمد، فراہیدی، العین، ج۴، ص۲۴۱) بعض نے، مہر لگانا اور ختم کرنا دو معنی بیان کئے ہیں"۔ (راغب، اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، ص۲۷۴) اور بعض کہتے ہیں یہ لفظ، انگوٹھی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (عبدالفتاح، صعیدی، حسین یوسف، موسی، الافصاح فی فقہ اللغہ، ج۱، ص۲۱۹/احمد بن محمد، فیومی، المصباح المنیر، ج۲، ص۱۶۳) ختم قرآن کا مطلب، قرآن کے آخر تک پہنچ جانا کے ہیں اور کتاب کے آخر میں جو خاتمہ کا لفظ لکھا جاتا ہے، اس کا مطلب ہے کتاب اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ (اسماعیل بن حماد، جوہری، الصحاح، ج۵، ص۱۹۰۸)

اہل لغت کے اقوال سے یہ نتیجہ لیا جا سکتا ہے کہ چونکہ پرانے دور میں آج کی طرح خطوط کے آخر میں مہر لگائی جاتی تھی اور مہر بھی انگوٹھی کی صورت میں ہوتی تھی، اس مناسبت سے، خاتم کے معنی لغات میں مہر اور انگوٹھی کے کئے گئے ہیں وگرنہ اس کے اصلی معنی، اختتام اور آخر کے ہی ہیں۔

خاتم کے بارے میں قادیانیت اور بہائیت کی رائے:

قادیانی گرچہ مانتے ہیں کہ لفظ "ختم" مہر لگانے اور اختتام پر پہچانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن ان کا دعوی ہے کہ "خاتم النبیین" والی آیت میں اس معنی میں نہیں ہے بلکہ فقط مہر کے معنی میں ہے یعنی رسول خدا کے بعد جو نبی آئے گا وہ آنخضرت کی مہر اور ان کی تصدیق و تائید سے نبی بنے گا لہٰذا اس لفظ سے خاتمیت ثابت نہیں ہوتی۔ (غلام احمد، قادیانی، حقیقت الوحی، ص۲۷و۲۸)

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ: "اہل لغت نے جو خاتم کے معنی (جس پر نبوت اختتام پذیر ہو) کئے ہیں یہ مسلمانوں میں موجود معروف عقیدے کی پیروی کرتے ہوئے کئے ہیں جس میں رسول خداﷺ کو نبوت کے سلسلے کا ختم کرنے والا سمجھا جاتا ہے، لہٰذا یہ ان کی ذاتی رائے ہے، اس لئے معتبر نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں لغت عرب کے استعمال کو دیکھا جائے گا"۔ (عبدالرحمٰن، خادم، مذہبی انسائکلوپیڈیا، ص۲۸۰)

بہائی بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں کہ خاتم کے معنی مہر اور تصدیق کے ہیں لہٰذا اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول خدا اپنے سے پہلے والے انبیاء کے لئے تصدیق کنندہ ہیں لہٰذا یہ لفظ خاتمیت کے معنی نہیں دیتا۔ (حسین، رہنمائی، درس نامہ شناخت بہائیت، ص۲۶۹)

تجزیہ

یہ جو کہا گیا ہے کہ خاتم کے معنی مہر کے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا کے بعد آنے والے نبی، ان کی مہر اور ان کی تصدیق سے نبی بنیں گے ٹھیک نہیں ہے، اس نقطہ نظر کے غلط ہونے کو چند نکات میں بیان کیا جاتا ہے؛ پہلا نکتہ، جب کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی مہر ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اب اس کی مہر سے پرنسپل یا رئیس بننا شروع ہو جائیں گے بلکہ یہ اس کی طرف سے گواہی اور تصدیق کے طور پر ہوتی ہے تا کہ اس کی طرف کسی بات یا کسی خط کی جھوٹی نسبت نہ دی جا سکے، تاریخ میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے رسول خدا کی مہر سے ان کے دور میں کوئی نبی نہیں بنا، خلیفہ کی مہر سے کوئی شرعی لحاظ سے خلیفہ نہیں بنتا بلکہ ان کی مہر ایک بات کی تصدیق کے لئے استعمال ہوتی تھی لہٰذا اگر خاتم انبیاء کے معنی انبیاء کی مہر کے لیئے جائیں تب بھی رسول خدا کہ مہر نے نہ ان کی زندگی میں کسی کو نبی بنایا اور نہ ہی ان کی رحلت کے بعد کسی کو نبی بنایا۔

دوسرا نکتہ، یہ کہ، نبی بنانا، رسول کا کام نہیں ہے بلکہ یہ خدا کا کام ہے قرآن کریم میں فرمایا: "اور آپ کا پروردگار جسے چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور منتخب کرتا ہے، انہیں انتخاب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے" (قصص، آیہ ۶۸) اس آیت کی روشنی میں حق انتخاب فقط خدا کو ہے۔

تیسرا نکتہ یہ کہ، اگر رسول خدا، انبیاء کی مہر ہیں یعنی ان کی مہر اور تصدیق سے نبی بنتے ہیں تو گذشتہ انبیاء کی نسبت آپ کو مصدق مانا جائے گا یعنی جب تک گذشتہ انبیاء نے آپ کی تصدیق نہیں کی، جب تک انہوں نے آپ کی نصرت کا عہد و پیمان نہیں کیا، ان کو نبوت نہیں ملی اس بات کا تذکرہ بھی قرآن میں موجود ہے، فرمایا: "اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر آئندہ کوئی رسول تمہارے پاس آئے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کرے تو تمہیں اس پر ضرور ایمان لانا ہو گا اور ضرور اس کی مدد کرنا ہو گی"۔ (آل عمران، ۸۱) شیعہ اور اہل سنت کی معتبر تفاسیر کی روشنی میں جس رسول کی نصرت اور جس کے آنے کی بشارت کا انبیاء سے عہد لیا گیا، رسول خدا ہیں۔ (محمد، صادقی تہرانی، الفرقان فی تفسیر القرآن بالقرآن، ج۵، ص۲۱۶/ عبد الحسین، طیب، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، ج۳، ص۲۶۷/ وہبہ، زحیلی، التفسیر المنیر، ج۳، ص۲۷۹/ سید محمود، آلوسی، روح المعانی، ج۲، ص۲۰۱)

اور اہل لغت کی طرف سے بیان کئے گئے خاتم کے معنی کو قبول نہ کرنا بھی بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ قادیانیوں کی تمام بحثوں کا دارومدار اہل لغت کے اقوال پر ہے بلکہ ان کے اصول میں سے ہے کہ جو معانی قرآن لغت عرب کے مخالف ہوں ان سے بچا جائے۔ (غلام احمد، قادیانی، برکات خلافت، ص۲۷) اب اگر

اس مورد میں وہ کہتے ہیں کہ سب اہل لغت خطا پر ہیں تو باقی جگھوں پر اہل لغت کی بات پر کیسے اطمینان کریں گے؟ پھر ہر جگہ اہل لغت کی خطا کا احتمال دیا جا سکتا ہے۔ ایک اور نکتہ جس کی طرف توجہ ضروری ہے وہ یہ کہ اہل لغت مختلف قبائل میں جا کر ان کے استعمال کو دیکھتے تھے نہ کہ مسلمانوں کے عقائد کو دیکھ کر لغت لکھا کرتے تھے! لگتا ہے چونکہ خاتم کے معنی قادیانی اور بہائی نئی نبوت کے مخالف ہیں اس کی وجہ سے، ان کو نہیں مانتے۔

البتہ خاتمیت کا انکار کرنے والے فرقوں کا نئی نبوت کے لئے، ظلی نبی، بروزی نبی جیسی مختلف اصطلاحات کا گھڑنا، خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو بھی خاتم کے وہی معنی سمجھ میں آتے ہیں جو معروف علماء کرتے ہیں وگرنہ اگر مہر کے معنی ہوتے تو مختلف اصطلاحیں ایجاد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

قادیانی کی ایک اور عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی خاتم کے معنی، اختتام اور ختم ہونے کے مانتا تھا، ایک جگہ خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: "خاتم النبیین" کے بڑے معنی یہی ہیں کہ نبوت کے امور کو آدم سے لیکر رسول خدا پر ختم کیا، یہ موٹے اور ظاہر معنے ہیں۔ دوسرے یہ معنے ہیں کہ کمالات نبوت کا دائرہ آنحضرت پر ختم کیا۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ قرآن نے ناقص باتوں کو کامل کیا اور بنوت ختم ہو گئی"۔ (غلام احمد، قادیانی، ملفوظات، ج۱، ص۱۸۹) یہ دو معنی خود قادیانی نے بیان کئے ہیں اور ان میں انبیاء کی مہر ہونے کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔

خاتمیت کے بارے میں شیعہ اور اہل سنت مفسرین کی آراء:

بعض علماء نے خاتمیت کو اسلام کے ضروریات میں سے قرار دیا ہے (محمد تقی، مصباح یزدی، آموزش عقائد، ص۲۸۷) اور بعض اس کی مخالفت کو ضروریات اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت سمجھتے ہیں۔ (محمد حسین، نجفی، تفسیر فیضان الرحمٰن، ج۸، ص۴۲) اور بعض مفسرین خاتمیت کی روایات کو متواتر سمجھتے ہیں۔ (ابن کثیر، دمشقی، تفسیر القرآن العظیم، ج۶، ص۳۸۱) شیعہ اور اہل سنت مفسرین کی عبارات اگرچہ مختلف ہیں لیکن سب سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے ذیل میں لکھتے ہیں، رسول خدا، پروردگار عالم کے آخری پیغمبر ہیں، سلسلہ نبوت ان پر اختتام پذیر ہو چکا ہے اور ان کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ (محمد حسین، طباطبایی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج۱۶، ص۳۲۵/ ناصر مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ج۱۷، ۳۴۳/ فضل بن حسن، طبرسی، مجمع البیان، ج۸، ص۵۶۷/ محمد بن حسن، طوسی، التبیان فی

تفسیر القرآن، ج۸، ص۳۴۶/۳ محمد بن جریر، طبری، جامع البیان، ج ۲۲، ص ۱۲/ ابن ابی حاتم، نیشاپوری، تفسیر القرآن العظیم، ج۹، ص۳۱۳۸/۳ احمد بن محمد، ثعلبی، الکشف و البیان، ج۸، ص۵۰/ ابن کثیر، دمشقی، تفسیر القرآن العظیم، ج۶، ص۳۸۱)

بعض مفسرین نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ آخری زمانے میں حضرت عیسی کے آنے سے خاتمیت نقض نہیں ہو گی کیونکہ آپ پہلے سے نبی ہیں اور آپ کو کوئی نئی چیز نہیں ملے گی (ابراہیم بن عمر، بقاعی، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، ج۶، ص۱۱۳) اور آپ امتی کے عنوان سے آئیں گے نہ کہ نبی کے عنوان سے (سعید، حوی، الاساس فی التفسیر، ج۸، ص۴۴۳۲) اور وہ رسول خدا کی شریعت پر عمل کریں گے (جلال الدین، سیوطی و محمد بن احمد، محلّی، تفسیر الجلالین، ج۱، ص۴۲۶)

البتہ خاتمیت کے بارے میں اور آیات بھی موجود ہیں جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۴ "یُؤمِنُونَ بِما اُنْزِلَ إِلَیکَ وَمااُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ" یا وہ دوسری آیات جن میں رسول خدا کو مخاطب قرار دیتے ہوئے پہلے والے انبیاء کے بارے میں "من قبلک" کی تعبیر آئی ہے جس کا مطلب آپ سے پہلے والے انبیاء ہیں اور قرآن میں کہیں بھی "من بعدک" کے الفاظ موجود نہیں جس سے یہ اشارہ ملے کہ آپ کے بعد بھی نبی ہیں یا آئیں گے، ان آیات کو اختصار کی وجہ سے بیان کرنے سے اجتناب کیا جاتا ہے۔

۲. بشر کا فکری بلوغ

اس دلیل کو شہید مطہری نے اپنے آثار میں بیان کیا ہے جس کا خلاصہ اس طرح سے ہے کہ، قدیم زمانے میں انسان کو الہام اور مستقیم طور پر ہدایت الہی کی ضرورت تھی کیونکہ اس کی عقل ناقص تھی اپنے مسائل کو غور و فکر اور مشورے سے حل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی علوم انبیاء تک دسترسی نہیں تھی، پہلے والے انبیاء کے آثار میں تحریف ہو جاتی تھی لہٰذا ہمیشہ بشر کو انبیاء اور وحی کی ضرورت رہتی تھی لیکن خاتمیت کے دور میں انسان اس مرتبے پر پہنچ چکا ہے کہ بہت سارے مسائل کو موجودہ کتب میں تعقل و تفکر کے ذریعے حل کر سکتا ہے لہٰذا اسے وحی کی ضرورت نہیں رہی اور موجودہ آسمانی علوم اس کی پیشرفت کے لئے کافی ہیں۔

لہٰذا جتنا بشر کی ابتدائی زندگی کو دیکھا جائے اس کا فکری بچپنا کھل کر سامنے آتا ہے یہاں تک کہ ایک ایسا دور بھی تھا جب انسان کو مردے دفن کرنے کا علم بھی نہیں تھا اسی وجہ سے جتنا پیچھے چلے جائیں انبیاء کی تعداد بہت زیادہ نظر آتی ہے لیکن رسول خدا ﷺ اور حضرت عیسی (ؑ) کے دوران فطرت کا دور ہے جس میں

کئی صدیوں تک انبیاء نہیں آئے شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ ابسان کو خاتمیت کے لئے آمادہ کیا جا رہا تھا۔ (مرتضی، مطہری، مجموعہ آثار، ج۲۹، ص ۵۰۴)

بعض نے بشر کے فکری بلوغ اور خاتمیت کے رابطے کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ انسان ابتداء میں اس بچے کی طرح تھا جسے چلنا نہیں آتا تھا جب تک کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑتا تھا وہ راستہ نہیں چل سکتا تھا، تھوڑی سی ٹھوکر لگنے سے گر پڑتا تھا، پھر جب تھوڑا سا بڑا ہوتا ہے تو مانوس جگہوں پر جاتا ہے لیکن نامانوس جگہوں پر جب تک کوئی اس کے ساتھ نہ ہو، جانے سے ڈرتا ہے لیکن جب پختا ہو جاتا ہے پھر اسے کوئی خوف وخطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ انسان نے معنوی زندگی کا راستہ ایسے ہی طے کیا ہے، ابتداء میں ہر قدم وحی کی راہنمائی میں رکھتا تھا لہٰذا ہر قریہ میں متواتر نبی آتے رہے یہاں تک کہ ایک ہی زمانے میں کئی نبی بھی ہوتے تھے، اور جب نبی دنیا سے چلے جاتے، بشر کچھ راستہ طے کرلیتا پھر گمراہ ہو جاتا تھا، اسی نشیب وفراز کو طے کرتے ہوئے بشر اس مقام پر پہنچا کہ پوری کائنات کی راہنمائی کے لئے ایک ہی نبی کافی ہو گیا اور یہ انسان کی فکری لحاظ سے جوانی کا دور تھا لہٰذا نبوت کے دروازے کو بند کر دیا گیا تا کہ انسان خود اس راستے کو طے کرے۔ (پرویز، معراج انسانیت، ص۴۳۹)

۳. عدم تحریف قرآن

ختم نبوت پر ایک دلیل قرآن کریم میں کسی قسم کی تحریف کا نہ ہونا ہے کیونکہ گذشتہ دور میں امتیں اپنے انبیاء کی کتب کو محفوظ نہیں رکھ سکتی تھیں، ان میں تحریف ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے نئے نبی کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اس دلیل کو بعض محققین اس طرح سے بیان کرتے ہیں: "انبیاء کی بعثت کا بنیادی ہدف یہ تھا کہ آیات بینات، کتاب اور میزان، لوگوں تک پہنچ جائیں اور لوگوں میں تبدیلی آئے لہٰذا جب تک یہ ہدف مکمل نہیں ہوا پیغمبر آتے رہے اور ان کو اس ہدف کی یاد دہانی کرواتے رہے اور جونہی انسانی تمدن اس نہج پر پہنچا کہ ایک نبی کی کتاب اور اس کے پیغام کو بعد والی نسل تک پہنچا سکے اسی وقت سے انبیاء کا سلسلہ ختم ہوا۔ (سید محمد، بہشتی، پیامبری در نگاہ دیگر، ص ۶۴)

شہید بہشتی کہتے ہیں: "پہلے والے انبیاء جو کچھ لائے ان کے بارے میں ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہی ہے جو وہ لائے تھے تا کہ ہم اس پر عمل کر سکیں لیکن رسول خدا کی لائی ہوئی کتاب ہمارے اختیار میں ہے اور ہمیں سو فیصد یقین ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جو آپ لائے تھے لہٰذا ہمیں نئے پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے"۔

(ایضا)

۴. نظام امامت

شیعہ میں رسول خداﷺ کی رحلت کے بعد نظام امامت کا وجود میں آنا اور رسول خدا کا خود اس سسٹم کو متعارف کروانا ختم نبوت پر بہترین دلیل ہے کیونکہ اگر نبوت کے سلسلے کا اختتام نہ ہوتا تو رسول خدا ایک نئے نظام کا تعارف نہ کرواتے جو نبی کے اہداف کو لیکر آگے بڑھنے والا ہے۔ لہٰذا اپنی زندگی کے آخری ایام میں غدیر خم کے مقام پر حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور جانشینی کا اعلان (احمد بن علی، نسائی، سنن النسائی، ج۵، ص۱۳۵) اس بات کی گواہی تھی کہ نبوت کا سلسلہ میرے جانے سے ختم ہو رہا ہے اور اس کی جگہ ایسا نظام آرہا ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا۔

بعض محققین اس مطلب کو اس طرح سے بیان کرتے ہیں کہ: "اگرچہ ہمیں نئی کتاب اور نئی شریعت کی ضرورت نہیں لیکن ایسے فرد کی ضرورت ہے جو مجسم اسلام ہو، روح قرآن سے آشنا ہو، لوگوں کے روحی اور باطنی سوالات کا جواب رکھتا ہو، علماء اور مختلف فرقوں کے درمیان پیدا ہونے والے اختلاف کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، شیعہ میں اس ضرورت کو پورا کرنے والے نظام کا نام، نظام امامت ہے۔ (سید محمد، بہشتی، پیامبری در نگاہ دیگر، ص۷۸ و ۷۹) تاکہ لوگ اچانک رسول خداﷺ سے محرومی کو محسوس نہ کریں اور ایسے معصوم لیڈر، ان میں موجود ہوں جن کی بات ان کے لئے حجت قرار پائے۔

۵. نظام مرجعیت و ولایت فقیہ

ختم نبوت پر ایک اور دلیل موجودہ دور میں (امام زمانہ کی غیبت کے زمانے میں) علماء، مراجع عظام اور خصوصا ولایت فقیہ کا نظام ہے کیونکہ وہ تبلیغی ذمہ داریاں جو تبلیغی انبیاء انجام دیتے تھے یہ علماء انجام دے رہے ہیں۔اس بارے میں شہید مطہری لکھتے ہیں: "وہ افراد جو قرآن و سنت کا علم رکھتے ہوں اور ہر زمانے میں معاشرے کی ضرورت کے مطابق، دین و شریعت کے اصولوں کے موافق، احکام شریعت کا استنباط کر سکتے ہوں، یہ علماء اور مجتہدین، نبوت تشریعی کے جانشین قرار پاتے ہیں"۔ (مرتضی، مطہری، مجموعہ آثار، ج۲۹، ص۵۶۷) کیونکہ گذشتہ دور، جہالت اور ظلمت کا دور تھا لہٰذا ان انبیاء کی ضرورت تھی لیکن اس دور میں جو علم اور تدوین علوم کا دور ہے، استاد و شاگرد کا دور ہے، اس زمانے میں تبلیغی نبوت کی ضرورت نہیں رہی۔ (ایضا، ص۵۰۳)

لہٰذا غیبت کے دور میں نظام امامت کے تقاضوں کو کسی حد تک پورا کرنے کے لئے نظام مرجعیت و نظام ولایت فقیہ وجود میں آیا تاکہ اس ضرورت کو پورا کیا جا سکے۔ لہٰذا یہ حدیث جس میں آیا ہے: "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں" (ابن ابی جمہور، احسائی، عوالی اللئالی، ج۴، ص۷۷) اور قادیانی اس سے علماء کا نبی ہونا ثابت کرتا ہے (غلام احمد، قادیانی، ملفوظات، ج۱، ص۲۳۱) اس سے علماء کا نبوت تبلیغی کا جانشین ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ نبی ہونا یعنی وہی ذمہ داری جو ان انبیاء کی تھی آج علماء قرآن و سنت کی روشنی میں اس کو اداء کریں گے۔ البتہ ولایت فقیہ کی شکل میں اسلامی حکومت کے قیام سے اس مقصد کو خوبصورت انداز میں پورا کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس نظام میں ایک جامع الشرائط مجتہد حکومت کے معاملات کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور ایک نظام کے تحت پیغام کو منظّم انداز میں پوری دنیا تک پہنچایا جا سکتا ہے اور احکام اسلامی کو اجراء بھی کیا جا سکتا ہے۔

نتیجہ:

قرآنی آیات اور شیعہ واہل سنت کی روایات کے تناظر میں معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ مسلمانوں کے درمیان، اتفاقی اور اجماعی مسئلہ ہے اور اس پر دسیوں دلائل موجود ہیں۔ رسول خدا ﷺ کی رحلت کے بعد کوئی نبی، کسی بھی نام اور عنوان کو بدل کر نہیں آ سکتا۔ جو فرقے ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور اپنے راہنماوں کے لئے نبی یا اس کے مترادف الفاظ کو استعمال کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ رسول خدا ﷺ کے بعد کسی امام یا کسی بھی جلیل القدر صحابی نے اپنے آپ کو اس عنوان سے پکارنے کی اجازت نہیں دی۔

اس بحث سے انسان اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ نبوت کے جاری ہونے پر قادیانیت اور بہائیت کے دلائل ناقص اور ان کی توجیہیں اتنی غیر معقول ہیں جسے کوئی عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی اور ان فرقوں کا نئی نبوت کے نعرہ کی آڑ میں ایسے سسٹم قائم کرنا جو استعمار کے ساتھ رابطہ میں ہیں یہ امت مسلمہ کو کمزور کرنے کی سازش ہے۔ اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ انقلاب اسلامی ایران، جو دشمن اور طاغوت کی آنکھ کا کانٹا ہے اور یہ دو فرقے جن کے مراکز آمریکہ، انگلینڈ اور اسرائیل جیسے ممالک میں قائم ہیں، دو متضاد فکریں ہیں، ایک امت کو بیدار کرنے کی فکر اور دوسری مسلمانوں کو غیروں کا غلام بنانے کی فکر ہے۔

منابع تحقیق:

١. القرآن الکریم
٢. نہج البلاغہ (دشتی)
٣. زمخشری، محمود، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی، لبنان، بیروت، چاپ سوم، ١٤٠٧ھ۔ق
٤. صدوق، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، جامعہ مدرسین، ایران، قم، چاپ دوم، ١٣١٤ھ۔ق
٥. ابن فارس، احمد، "معجم مقاییس اللغۃ"، الدار الاسلامیہ، ١٩٩٠م
٦. ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن محمد، تفسیر القرآن العظیم (ابن ابی حاتم)، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، عربستان، ریاض، چاپ سوم، ١٤١٩
٧. احسائی، عوالی الالئی، محمد بن زین الدین، دار سید الشہداء للنشر، ایران، قم، ١٤٠٥ق، چاپ اول
٨. اصفہانی، راغب، مفردات الفاظ القرآن الکریم، دار القلم، لبنان، بیروت، چاپ اول، ١٤١٢ھ۔ق
٩. آلوسی، سید محمود، روح المعانی، دار الکتب العلمیہ، لبنان، بیروت، ١٤١٥ق، اول
١٠. بشیر الدین، محمود احمد، برکات خلافت، ١٩١٤م
١١. ـــــــــــــ، احمدیت کا پیغام، فضل عمر پرنٹنگ پریس، انڈیا، قادیان، ٢٠١٤م
١٢. ـــــــــــــ، سیرت المسیح الموعود، (ترجمہ عربی محمد طاہر ندیم) رقیم پریس، لندن، ط اولی، 2015 م
١٣. بقاعی، ابراہیم بن عمر، نظم الدرر فی تناسب الآیات و السور، دار الکتب العلمیہ، لبنان، بیروت، چاپ سوم، ١٤٢٧ھ۔ق
١٤. بہشتی، محمد حسین، پیامبری از نگاہ دیگر، بنیاد نشر آثار و اندیشہ ہای شہید بہشتی، ایران، تہران، ١٣٩٠ھ۔ش
١٥. پرویز، معراج انسانیت، طلوع اسلام ٹرسٹ، پاکستان، لاہور، ایڈیشن ہفتم، ٢٠٠٢م
١٦. ثابت، مصطفیٰ، السیرہ المطہرہ، الشرکہ الاسلامیہ المحدودہ، لندن، ٢٠٠٦م
١٧. مرزا، بشیر احمد، ختم نبوت کی حقیقت، نظارت نشر و اشاعت، انڈیا، قادیان، ، ٢٠١٦م
١٨. ثعلبی، احمد بن ابراہیم، الکشف والبیان، دار احیاء التراث العربی، لبنان، بیروت، چاپ اول، ١٤٢٢ھ۔ق

۱۹. جوادی آملی، عبداللہ، " تفسیر تسنیم "، اسراء، ایران، قم، چاپ سوم، ۱۳۸۶ش

۲۰. جوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح، دار العلم للملایین، لبنان، بیروت، چاپ اول، ۱۳۷۶ھ۔ ق

۲۱. حبیبی، مہدی، نقدی بر شاہ بیت غزل بہائیت، انتشارات گوی، ایران، تہران، چاپ دوم، ۱۳۹۶ھ۔ ش

۲۲. حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، موسسہ آل البیت، ایران، قم، چاپ اول، ۱۴۰۹ھ۔ ق

۲۳. حوی، سعید، الاساس فی التفسیر، دارالسلام، مصر، قاہرہ، چاپ ششم، ۱۴۲۴ھ

۲۴. حویزی، عبد علی بن جمعہ، " تفسیر نور الثقلین "اسماعیلیان، ایران، قم، چاپ چہارم، ۱۴۱۵ق

۲۵. خمینی، روح اللہ، ولایت فقیہ، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی علیہ السلام، ایران _ تہران، چاپ اول، 1409ھ.ق

۲۶. خادم، عبدالرحمٰن، مذہبی انسائیکلوپیڈیا،

۲۷. خان، محمد ابراہیم، محمد: خاتم انبیاء،

۲۸. خالد، مبشر احمد، نظام خلافت، ضیاء الاسلام پریس، پاکستان، چناب نگر، ۲۰۰۸م

۲۹. ـــــــــــــــــ، جماعت احمدیہ کا تعارف، ضیاء الاسلام پریس، پاکستان، چناب نگر، ۲۰۱۱م

۳۰. خورشید احمد، جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ، لجنہ اماء اللہ، پاکستان، کراچی

۳۱. خمینی، روح اللہ، " صحیفہ امام "، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، ایران، تہران، بی تا

۳۲. دمشقی، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، لبنان، بیروت، چاپ اول، ۱۴۱۹ھ

۳۳. ڈھکو، محمد حسین، فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن، مصباح القرآن ٹرسٹ، پاکستان، لاہور، ۲۰۱۴م

۳۴. رہنمائی، حسین، درس نامہ شناخت بہائیت، انتشارات گوی، ایران، تہران، چاپ دوم، ۱۳۹۷ھ۔ ش

۳۵. زحیلی، وہبہ، التفسیر المنیر، 32 جلد، دار الفکر، سوریہ، دمشق، چاپ دوم، ۱۴۱۱ھ. ق

۳۶. سعیدی، نادر، عبدالبہاء و تولد انسان، kherad publishing

۳۷. شیبانی، احمد بن محمد حنبل، مسند الإمام احمد بن حنبل، ۵۰ جلد، مؤسسۃ الرسالۃ، لبنان، بیروت، چاپ اول، ۱۴۱۶ھ. ق.

۳۸. صادقی تہرانی، محمد، الفرقان فی التفسیر القرآن بالقرآن، انتشارات فرہنگ اسلامی، ایران، قم، چاپ

دوم، ۱۳۶۵ش،
۳۹. صافی گلپایگانی، لطف اللہ، منتخب الاثر، دفتر مولف، ایران، قم، چاپ اول، ۱۴۲۲ھ۔ق
۴۰. طباطبایی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ایران، چاپ پنجم، ۱۴۱۷ق
۴۱. طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان، ناصر خسرو، ایران، تہران، چاپ سوم، ۱۳۷۲ش
۴۲. طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار المعرفہ، لبنان، بیروت، چاپ اول، ۱۴۱۲ھ. ق.
۴۳. طیب، عبدالحسین، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، اسلام، ایران، تہران، چاپ سوم، ۱۳۶۹ھ. ش.
۴۴. فخر رازی، محمد بن عمر، التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)، دار إحیاء التراث العربی، لبنان، بیروت، چاپ سوم، ۱۴۲۰ھ. ق.
۴۵. فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، نشر ہجرت، ایران، قم، چاپ دوم، ۱۴۰۹ھ. ق
۴۶. فضل اللہ، محمد حسین، من وحی القرآن، دار الملاک، لبنان، بیروت، چاپ اول، ۱۴۱۹ھ. ق.
۴۷. فیومی، احمد بن محمد، مصباح المنیر، دار الھجرہ، ایران، تہران، چاپ دوم، ۱۴۱۴ھ۔ق
۴۸. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، دار الکتب الاسلامیۃ، ایران، تہران، چاپ چہارم، ۱۴۰۷ھ
۴۹. قادری، محمد طاہر، عقیدہ ختم نبوت، منہاج القرآن پبلیکیشنز، پاکستان، لاہور، ۲۰۰۸م
۵۰. قادیانی، غلام احمد، روحانی خزائن، (حقیقت الوحی)، نظارت اشاعت، ربوہ، پاکستان، ۲۰۰۸م
۵۱. ـــــــــ، روحانی خزائن، (کتاب البریہ)، نظارت اشاعت، ربوہ، پاکستان، ۲۰۰۸م
۵۲. ـــــــــ، روحانی خزائن، (ایک غلطی کا ازالہ)، نظارت اشاعت، ربوہ، پاکستان، ۲۰۰۸م
۵۳. ـــــــــ، روحانی خزائن، (ستارہ قیصرہ)، نظارت اشاعت، ربوہ، پاکستان، ۲۰۰۸م
۵۴. ـــــــــ، روحانی خزائن، (تریاق القلوب)، نظارت اشاعت، ربوہ، پاکستان، ۲۰۰۸م
۵۵. ـــــــــ، ملفوظات، ضیاء الاسلام پریس، پاکستان، ربوہ،
۵۶. ـــــــــ، تفسیر (بیان فرمودہ) قادیانی، ادارہ المصنّفین، پاکستان، ربوہ،
۵۷. مرزا، طاہر احمد، قرآن اردو ترجمہ، انجمن احمدیہ، پاکستان، ربوہ
۵۸. محلّی، محمد بن احمد، تفسیر الجلالین، مؤسسۃ النور للمطبوعات، لبنان، بیروت، چاپ اول، ۱۴۱۶ھ. ق.

۵۹. مشکور، محمد جواد، فرہنگ فرق اسلامی، آستان قدس رضوی، ، ایران، مشہد، چاپ دوم، ۱۳۷۲ھ۔ ش
۶۰. مطہری، مرتضی، مجموعہ آثار، انتشارات صدرا، قم، بی ط
۶۱. مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، دار الکتب الاِسلامیۃ، ایران، تہران، چاپ دہم، ۱۳۷۱ھ. ش.
۶۲. مریم، صفائی، طلوعی دیگر، انتشارات عصر جدید، آلمان، چاپ اول، ۱۳۸۸ھ۔ ش
۶۳. موسی، حسین یوسف، الافصاح فی فقہ اللغۃ، مکتب الاعلام الاسلامی، ایران، قم، چاپ چہارم، ۱۴۱۰ھ۔ ق
۶۴. مصباح یزدی، محمد تقی، آموزش عقائد، انتشارات امیر کبیر، ایران، تہران، چاپ ہجدہم، ۱۳۸۴ھ۔ ش
۶۵. نجفی، سید محمد باقر، بہائیان، نشر مشعر، ایران، تہران، چاپ اول، ۱۳۸۳ھ۔ ش
۶۶. نسائی، احمد بن علی، سنن النسائی، دار الکتب العلمیہ، لبنان، بیروت، چاپ اول، ۱۴۱۱ھ۔ ق.